ایک مسلمان پر کتنا علم سیکھنا فرض ہے؟

اس رسالے میں علم دین کی اُس مقدار کی نشاندہی کی گئی ہے، جس کا سیکھنا ایک مسلمان پر فرض عین ہے، ساتھ ہیں علم دین سیکھنے اور سکھانے کی اہمیت اور اس سے غفلت برتنے کے نقصانات سے متعلق ایک نہایت اہم حدیث اور اس کی جامع تشریح پیش کی گئی ہے۔

توثیق وتصدیق

حضرت مولانا ومفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث ومہتمم دارالعلوم دیوبند

از

محمد مصعب عفی عنہ

خادم دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند

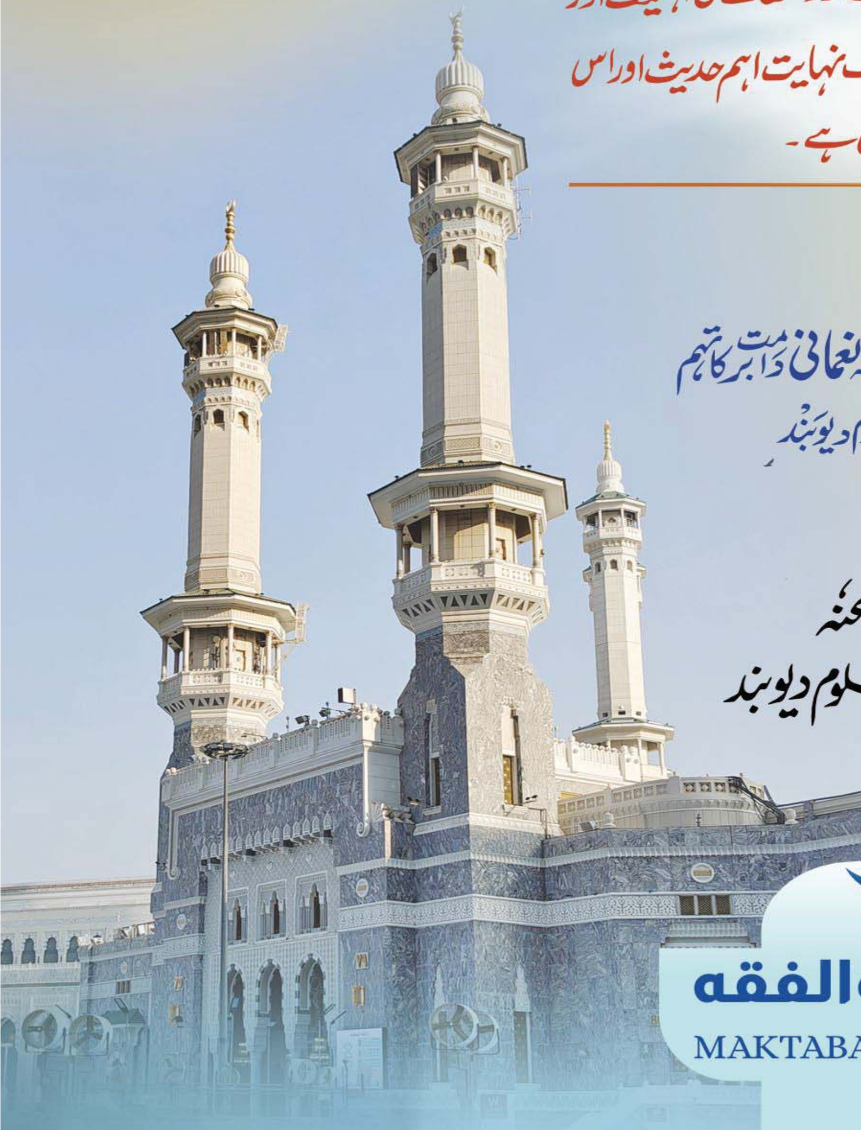

مکتبة العلم والفقه

MAKTABA- AL- ILM-WAL-FIQH

ایک مسلمان پر کتنا علم سیکھنا فرض ہے؟

اس رسالے میں علم دین کی اُس مقدار کی نشاندہی کی گئی ہے، جس کا سیکھنا ایک مسلمان پر فرض عین ہے، ساتھ میں علم دین سیکھنے اور سکھانے کی اہمیت اور اس سے غفلت برتنے کے نقصانات سے متعلق ایک نہایت اہم حدیث اور اس کی جامع تشریح پیش کی گئی ہے۔

توثیق وتصدیق
حضرت مولانا ومفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی دامت برکاتہم
شیخ الحدیث ومہتمم دارالعلوم دیوبند

از
محمد مصعب عفی عنہ
خادم دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند

مكتبة العلم والفقه
MAKTABA- AL- ILM-WAL-FIQH

کلمات تصدیق وتوثیق

حضرت اقدس مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی دامت برکاتہم

مہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند

باسمہ سبحانہ وتعالی

ایک مسلمان پر کتنا علم سیکھنا فرض ہے؟ یہ ایک سوال ہے۔ پیش نظر رسالہ میں اس سوال کا جواب دیا گیا ہے۔ ہر مسلمان کے لیے مسائل واحکام اور اپنے مشغلہ، پیشہ اور حالات سے متعلق ضروری علم حاصل کرنا فرض عین ہے۔ اس سلسلے میں علمائے متقدمین اور اکابر ومشائخ کے اقوال وآراء اور دلائل کو اصل عبارتوں اور حوالہ جات کے ساتھ اس کتاب میں جمع کر دیا گیا ہے، میں نے پورا مسودہ دیکھا، ماشاء اللہ کتاب اختصار کے ساتھ تمام ضروری مباحث پر محیط ہے۔ یہ رسالہ عام وخاص مسلمانوں میں زیادہ سے زیادہ عام کرنے کی ضرورت ہے۔

عزیز گرامی مفتی محمد مصعب صاحب نائب مفتی دارالعلوم دیوبند کو اللہ تعالی نے اکابر کے علوم سے اخذ واستفادہ اور ترتیب وتشریح کا خاص سلیقہ عطا فرمایا ہے اور ان کے قلم سے مسلسل معلومات افزا اور مفید رسائل مرتب ہو کر شائع ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کو قائم ودائم رکھے اور قبولیت سے نوازے۔ آمین۔

ابوالقاسم نعمانی غفرلہ

۲۵/۱۱/۱۴۴۷ھ = ۱۳/۵/۲۰۲۶ء

بسم اللہ الرّحمٰن الرحیم

ایک مسلمان پر کتنا علم سیکھنا فرض ہے؟

ہمارے نبی خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دین کا (ضروری) علم سیکھنا ہر مسلمان (مرد اور عورت) پر فرض ہے[۱] یہاں تک کہ ایک دوسری حدیث میں حضور ﷺ نے ضروری علم سیکھنے یا سکھانے میں سستی کرنے والوں کو دنیا ہی میں سخت سزا دینے کی تنبیہ فرمائی ہے[۲] اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالی کی عبادت جو ہم پر اللہ تعالی کا سب سے پہلا حق ہے؛ دین کا فرض علم حاصل کیے بغیر ممکن ہی نہیں، اسی طرح اسلامی طریقے کے مطابق زندگی گذارنا، ایمانی صفات اپنے اندر پیدا کرنا اور فتنوں کے اس دور میں اپنے ایمان کو بچا کر رکھنا؛ علم دین کے بغیر مشکل ہے۔

جب تک ہمارے معاشرے میں علمِ دین سیکھنے اور سکھانے کا یہ مبارک سلسلہ جاری رہے گا، اسلام اپنی اصلیت کے ساتھ باقی رہے گا؛ لیکن اگر خدانخواستہ لوگوں نے دین کے علم سے دوری اختیار کرلی تو حق اور باطل، صحیح اور غلط، نیکی اور برائی کے درمیان فرق ختم ہوجائے گا اور انسان کے لیے گناہوں سے بچنے کا کوئی راستہ باقی نہ رہے گا۔[۳]

الغرض! فرض علم سیکھنا جہاں ہر مسلمان کی اپنی ضرورت ہے، وہیں یہ پورے معاشرے کی ایک اہم اجتماعی دینی ذمے داری ہے۔

امت کے تمام بڑے علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ہر مسلمان کے لیے خواہ وہ مرد ہو یا عورت؛ دین کا ایک خاص حصہ سیکھنا فرض عین ہے، یہ وہ بنیادی علم ہے جس سے انجان رہنا اللہ تعالے کے یہاں عذر نہیں بن سکتا اور اس سے لاپرواہی برتنا بہت بڑا گناہ ہے، فرض علم کا دائرہ نہ تو اتنا چھوٹا ہے کہ اسے صرف کلمہ، نماز اور پاکی کے چند مسائل تک محدود سمجھ لیا جائے اور نہ ہی اتنا بڑا ہے کہ اسے حاصل کرنا ایک عام مسلمان کے بس سے باہر ہو، دین اسلام ایک فطری اور

آسان دین ہے، اس کی تمام باتیں اعتدال پر مبنی ہیں، اسلام نے ہر مسلمان پر جتنا علم فرض کیا ہے، اسے حاصل کرنا مشکل نہیں ہے، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ نے اپنی کتاب ''حقوق العلم'' میں ایک بہترین مشورہ دیا ہے کہ عام مسلمانوں کو ہفتہ میں کم از کم ایک دن ایک دو گھنٹے فرض علم سیکھنے کے لیے ضرور نکال لینے چاہییں، اس ترتیب سے ان شاء اللہ ایک سال میں دین کا ضروری علم حاصل ہو جائے گا۔

یہ رسالہ اسی اہم مقصد کے لیے تیار کیا گیا ہے تا کہ ہمیں معلوم ہو سکے کہ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارے ذمہ کتنا دین سیکھنا فرض ہے، ہم اس کی روشنی میں اپنی زندگی کا جائزہ لیں اور محاسبہ کریں، اس کے بعد ان شاء اللہ فرض علم کا ایک جامع نصاب بھی پیش کیا جائے گا۔

آج کے اس دور میں جب ایمان کو چھیننے والے اور دین کو نقصان پہنچانے والے فتنے گھر گھر پہنچ چکے ہیں، ہمیں علم دین کی طرف پہلے سے کہیں زیادہ متوجہ ہونے کی ضرورت ہے، فتنوں کے مقابلے میں یہی ہمارا اصل ہتھیار ہے اور یہی ہماری دنیا اور آخرت کی اصل کامیابی کا راستہ ہے۔

جاننا چاہیے کہ فرض علم کی دو قسمیں ہیں:

(۱) علم الحال

یعنی: ایسا علم جس کا فوراً سیکھنا فرض ہے، اس میں دیر کرنے کی گنجائش نہیں ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک مسلمان کو دن رات جو بھی صورت حال یا معاملہ پیش آئے، اس کے بارے میں شریعت کا حکم جاننا فرض عین ہے، فقہائے کرام اسی کو ''علم الحال'' کہتے ہیں[۴] نیچے اس کی چند مثالیں دی جاتی ہیں:

(۱) اگر کوئی شخص کاروبار شروع کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے فرض ہے کہ کام شروع

کرنے سے پہلے اپنے کاروبار کا ضروری علم سیکھے، اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو انجانے میں وہ سود اور غلط قسم کے لین دین میں مبتلا ہو جائے گا، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بازاروں میں چکر لگایا کرتے تھے اور ناواقف تاجروں کو درّہ مار کر فرماتے تھے: ''ہمارے بازار میں وہی تجارت کرے جو دین کی سمجھ رکھتا ہو، ورنہ وہ چاہے یا نہ چاہے سود کھا بیٹھے گا''

حافظ اصبہانیؒ نے ''الترغیب والترہیب'' میں لکھا ہے کہ: تاجر کو چاہیے کہ وہ صبح بازار جانے سے پہلے کسی عالم کے پاس جائے اور اس سے کاروبار کا علم سیکھے، پھر اپنے کام میں مشغول ہو، تا کہ اس کی کمائی حلال ہو سکے۔(۵)

(۲) اگر کسی کاروبار میں ایک سے زیادہ افراد مل کر کام کرنا چاہتے ہوں تو پہلے اس کے احکام جاننا ضروری ہیں، مثلا: ہر شخص کی حیثیت پہلے دن سے طے ہونی چاہیے، یہاں تک کہ اگر باپ کے کاروبار میں بیٹا شامل ہو تو یہ بات واضح ہونی چاہیے کہ وہ تنخواہ پر کام کرے گا؟ یا کاروبار میں باقاعدہ حصہ دار ہوگا؟ یا محض اپنے باپ کا ہاتھ بٹائے گا؟ اسی طرح اگر کسی ایک ساتھی کو کام زیادہ کرنا پڑتا ہو تو یہ طے ہونا چاہیے کہ آیا وہ یہ زیادہ کام اللہ کے واسطے رضا کارانہ کرے گا یا اسے اس کا الگ سے معاوضہ ملے گا؟ اگر کوئی معاوضہ دیا جائے گا تو وہ نفع کے فیصد میں اضافہ کر کے دیا جائے گا یا متعین تنخواہ کی صورت میں؟

خلاصہ یہ کہ ہر فریق کے حقوق اور ذمہ داریاں بالکل صاف ہونی چاہییں، آج دین کا علم نہ ہونے کی وجہ سے دیکھنے میں آتا ہے کہ اچھے اچھے کاروبار اور رشتے اختلاف اور جھگڑے کی نذر ہو جاتے ہیں۔(۶)

(۳) کسی شخص کے انتقال کے بعد اس کے وارثوں پر فرض ہے کہ وہ مرنے والے کی چھوڑی ہوئی زمین، جائداد اور دوسری چیزوں سے متعلق دین کے ضروری احکام معلوم کریں اور ان پر عمل کریں، مثلا:

- مرحوم کا ترکہ کن کن وارثوں میں اور کس حساب سے تقسیم ہوگا؟

- اگر مرنے والے نے ایسی کوئی جائداد چھوڑی ہے جس میں اس نے اپنی زندگی میں اپنی بہنوں کو حصہ نہیں دیا تھا تو اب اس پوری جائداد کی تقسیم کا شرعی طریقہ کیا ہوگا؟
- اگر بہنوں نے بھائیوں یا خاندان کے دباؤ میں آکر یا شرم ولحاظ کی وجہ سے اپنا حصہ معاف کر دیا ہو تو شریعت میں ایسی معافی کا کہاں تک اعتبار ہے؟
- اگر میت کے ذمے کسی کا قرض ثابت ہو تو وراثت تقسیم کرنے سے پہلے وارثوں پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟
- اسی طرح اگر کوئی شخص اپنی زندگی ہی میں اپنی زمین جائداد اولاد کے درمیان تقسیم کرنا چاہتا ہے تو پہلے اس کا صحیح طریقہ سیکھنا ضروری ہے، جیسے:
- کسی کو زمین ہبہ کرنے کی شرط کیا ہے؟
- شریعت میں ہبہ کب مکمل اور پکا مانا جاتا ہے؟
- زندگی میں اولاد کو کس حساب سے حصہ دینا چاہیے؟ اگر کمی زیادتی کرنی ہو تو اس کی کب گنجائش ہے؟

بڑے افسوس کی بات ہے کہ وراثت کا فرض علم سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کے بارے میں آج کل ہمارے معاشرہ میں بہت لاپرواہی برتی جاتی ہے، اول تو میراث تقسیم ہی نہیں ہوتی اور اگر ہوتی بھی ہے تو شرعی اصول کا خیال نہیں رکھا جاتا۔

(۴) جو شخص نکاح کرلے اس پر شادی کے بعد کی زندگی کا ضروری علم حاصل کرنا فرض ہو جاتا ہے، جیسے:

- شوہر اور بیوی کے ایک دوسرے پر کیا حقوق ہیں؟
- جب اولاد ہو جائے تو ان کی پرورش اور تربیت کے سلسلے میں والدین پر کیا ذمہ داریاں آتی ہیں؟
- کن الفاظ کو بولنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور دوبارہ ساتھ رہنے کی

گنجائش بھی ختم ہو جاتی ہے؟

- اولاد کی شادی کرتے وقت حلال وحرام کے احکام کیا ہیں؟
- ضرورت پڑنے پر نکاح ختم کرنے کا کونسا طریقہ جائز ہے اور کونسا حرام؟

(۵) اگر کوئی شخص بیمار ہو جائے تو اس پر اپنی حالت کے مطابق شرعی احکام سیکھنا فرض ہے، جیسے: بیماری میں پاکی ناپاکی، نماز اور روزے کے کیا مسائل ہیں؟ بعض لوگ تندرستی میں میں تو نماز کے پابند رہتے ہیں؛ لیکن بیماری میں نمازیں چھوڑ دیتے ہیں، کبھی یہ سوچتے ہیں کہ کپڑا یا بدن ناپاک ہے، اس حالت میں نماز کیسے اداء ہوگی؟ اور یہ کہہ کر دل کو تسلی دے دیتے ہیں کہ ٹھیک ہو کر ساری قضاء پڑھ لیں گے، حالانکہ بیماری میں بھی نماز معاف نہیں ہوتی ہے، ہاں بیماری کی وجہ سے دین میں بہت آسانیاں دی گئی ہیں، دوسری طرف کچھ لوگ بیماری میں نماز تو پڑھتے ہیں؛ لیکن علم نہ ہونے کی وجہ سے ایسی غلطیاں کر جاتے ہیں کہ ان کی نماز ہوتی ہی نہیں، مثلا: وضوء کرنے کی طاقت ہونے کے باوجود تیمم کر لیتے ہیں یا معمولی سی تکلیف پر بیٹھ کر نماز پڑھنا شروع کر دیتے ہیں، بعض لوگ بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے زمین پر سجدہ کر سکتے ہیں؛ لیکن پھر بھی وہ کرسی پر بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھتے ہیں، حالانکہ جو شخص زمین پر سجدہ کرنے کی طاقت رکھتا ہو، اس کے لیے کرسی پر اشارے سے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔(۷)

علم الحال کی یہ چند سادہ سی مثالیں تھیں، خلاصہ یہ ہے کہ ایک مسلمان کو دن رات میں جو بھی صورت حال پیش آئے، اس کے بارے میں شریعت کا حکم جاننا فرض عین ہے تاکہ وہ اللہ کے حکم کو پورا کر سکے اور گناہ سے بچ سکے۔

(۶) فرض عین علم کا ایک اہم حصہ وہ ہے، جس کی تعلیم کی بنیادی ذمہ داری والدین کے کندھوں پر ڈالی گئی ہے، والدین پر ضروری ہے کہ وہ اپنی اولاد کو بچپن ہی سے دین کا ضروری علم سکھانے کا انتظام کریں(۸) اور اگر خدانخواستہ یہ علم بچپن میں حاصل نہ کیا جا سکا ہو تو بالغ ہونے کے بعد جتنا جلد ممکن ہو سیکھ لینا چاہیے، اس

میں سستی کی کوئی گنجائش نہیں ہے، ہر دور کے بڑے بڑے علماء نے اُن بنیادی اور ضروری باتوں کی نشاندہی فرمائی ہے جن کا سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے، جن سے ناواقفیت اللہ کے یہاں عذر نہیں بن سکتی، نیچے اسی ضروری علم کا خلاصہ پیش کیا جا رہا ہے (۹)۔

بنیادی عقائد کا علم

اہل سنت والجماعت کی تشریح کے مطابق اُن بنیادی عقائد کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے جن پر آخرت میں کامیابی کا مدار ہے، وہ عقائد یہ ہیں:

- اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات۔
- فرشتے۔
- آسمانی کتابیں۔
- قرآن کریم۔
- تمام رسول۔
- آخری نبی حضرت محمد ﷺ۔
- اچھی اور بری تقدیر۔
- قیامت سے پہلے پیش آنے والے بڑے واقعات، جیسے: حضرت مہدی کا ظاہر ہونا، دجال کا نکلنا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا وغیرہ۔
- موت کے بعد قبر اور برزخ کی زندگی۔
- دوبارہ زندہ ہونا اور میدان حشر میں جمع ہونا۔
- قیامت کے دن حساب کتاب۔
- نامۂ اعمال کا ملنا۔
- پل صراط سے گذرنا۔

- جنت اور جہنم۔
- اسی طرح معاشرے میں پھیلی ہوئی کفر، شرک اور بدعت کی اُن باتوں سے واقف ہونا بھی فرض ہے جن میں مبتلا ہوکر ایمان کے ضائع ہونے یا خراب ہونے کا اندیشہ ہو۔
- اگر ضروری عقائد کے بارے میں دل میں کوئی شک پیدا ہو تو اسے دور کرنے والا علم حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔

آج کے دور میں جب ہر طرف اسلام کے بنیادی عقائد کے خلاف شکوک پھیلائے جارہے ہیں؛ عقیدے کا ضروری علم سیکھنا پہلے سے کہیں زیادہ اہم ہوچکا ہے، تاکہ ایک مسلمان حق اور باطل میں فرق کرسکے اور باطل اور گمراہ فرقوں کے غلط نظریات سے خود کو بچاسکے۔

فرض عبادتوں کا علم

اللہ تعالی نے ایک مسلمان پر جو چیزیں فرض کی ہیں، انہیں جاننا فرض ہے، اسی طرح اُن عبادتوں کے طریقے اور وہ باتیں جن سے عبادت فاسد ہوجاتی ہے، ان کا علم حاصل کرنا بھی فرض ہے، جیسے:

- انسان کا جسم یا کپڑا کب اور کن چیزوں سے ناپاک ہوتا ہے؟
- وضوء کا صحیح طریقہ کیا ہے اور وہ کب ٹوٹ جاتا ہے؟
- غسل کب فرض ہوتا ہے؟ اور اس کے فرائض کیا ہیں؟
- کتنی مقدار میں قرآن کریم کی تلاوت صحیح طور پر سیکھنا فرض ہے؟
- نماز کن کن چیزوں سے ٹوٹ جاتی ہے؟
- سفر میں کتنی دوری پر نماز میں قصر، یعنی: چار رکعت والی نماز میں دو رکعت

پڑھنا ضروری ہے؟

- کن کن صورتوں میں سجدۂ سہو ضروری ہوتا ہے؟
- اگر جماعت میں شامل ہوتے وقت رکعت نکل جائے تو باقی نماز کیسے پوری کرنی ہے؟
- قضاء نمازیں پڑھنے کا کیا طریقہ ہے؟
- روزہ کا وقت کب سے کب تک رہتا ہے؟ روزہ کن چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے؟ روزے کی قضاء اور کفارے کے ضروری احکام کیا ہیں؟
- زکات کب فرض ہوتی ہے؟ اگر مال ہو تو یہ جاننا کہ زکات کس مال میں فرض ہوتی ہے؟ کتنی مقدار نکالنا ضروری ہے؟ زکات کا مال کن لوگوں کو دینا چاہیے؟ اگر پچھلے سالوں کی زکات باقی ہو تو اس کو نکالنے کا کیا طریقہ ہے؟
- حج کس پر فرض ہوتا ہے؟ اور اگر حج فرض ہو جائے تو اس کی ادائے گی کا طریقہ کیا ہے؟ اور اس کی پابندیاں کیا ہیں؟

معاشرت کا علم

معاشرے میں رہتے ہوئے جن چیزوں سے ہمارا اکثر واسطہ پڑتا ہے، ان کے ضروری احکام جاننا فرض ہے، جیسے:

- والدین، اولاد، میاں بیوی، رشتہ دار، پڑوسی، عام مسلمان؛ بلکہ ایک عام انسان اور جانوروں کے کیا حقوق ہیں؟
- اگر اللہ تعالی یا بندوں کے حقوق میں کوئی کمی ہوگئی ہو تو اس سے سچی توبہ کیسے کی جاتی ہے؟
- اسی طرح اسلامی آداب سیکھنا بھی ضروری ہے؛ اس لیے کہ بے

ادبیوں کی وجہ سے ایمان بھی ختم ہوسکتا ہے اور بعض سے دوسروں کو تکلیف پہنچتی ہے، اس لیے ایک مسلمان کو اسلامی آداب کا علم بھی سیکھنا چاہیے۔

معاملات کا علم

روزہ مرہ کے لین دین اور مالی معاملات میں جن چیزوں سے اکثر سابقہ پڑتا ہے، ان کے ضروری احکام جاننا فرض ہے، جیسے:

- خرید وفروخت کرتے وقت کن شرعی پابندیوں کا خیال رکھنا ضروری ہے؟
- کرایہ داری میں کون سی صورتیں جائز ہیں اور کون سی ناجائز ہیں؟
- کون سی ملازمت جائز ہے اور کون سی ناجائز؟
- قرض لینے اور دینے کے ضروری احکام کیا ہیں؟
- قرض کب اور کس سے لینا چاہیے؟
- قرض لے کر وقت پر واپس نہ کرنے کا کتنا بڑا گناہ ہے؟
- کن کن عورتوں سے نکاح حرام ہے؟
- دودھ پینے کی وجہ سے کون سی رشتہ داریوں میں نکاح حرام ہوجاتا ہے؟

اسی طرح آج کل بینک کے ان کاموں کے احکام جاننا جن سے عام طور پر واسطہ پڑتا ہے؛ ضروری ہے۔

اخلاق کا علم

اخلاق میں اچھی اور بری صفات کا جاننا فرض ہے؛ اس لیے کہ اس کی پہچان کے بغیر دل کے گناہوں سے بچنا مشکل ہے، جیسے: توکل، اخلاص، صبر، شکر، تواضع، زہد اور قناعت جیسی اچھی صفات کی حقیقت جاننا ضروری ہے، اسی طرح ریا، خود پسندی اور حسد جیسی بری عادتوں کی حقیقت جاننا ضروری ہے تاکہ انسان اپنے دل کا جائزہ لے سکے کہ اس کے اندر

کون سی خوبیاں موجود ہیں اور کونسی بری عادتیں جڑ پکڑ چکی ہیں، اگر کسی بری عادت کا پتہ چلے تو اس کی اصلاح کی کوشش کرے اور اپنی کوتاہی پر توبہ استغفار کرے۔

حلال وحرام کا علم

اسلام نے اپنے ماننے والوں پر کون کون سی چیزیں حرام کی ہیں، ان کا جاننا بھی فرض ہے، جیسے:

- بڑے بڑے گناہوں کو جاننا تا کہ ان سے بچا جا سکے، جیسے: شراب پینا، نشہ کرنا، زنا، بدنظری، مردار کھانا، جوا، سود، رشوت، کسی کو ناحق قتل کرنا، چوری، کسی کا مال دبا لینا، امانت میں خیانت، جھوٹ، جھوٹی گواہی، غیبت، کسی کو تکلیف پہنچانا اور مذاق اڑانا۔
- جہاں دوسری حرام چیزیں عام ہو چکی ہوں، ان کو بھی جاننا ضروری ہے، جیسے: آج کل مرد اور عورت دونوں کے لیے ناجائز لباس عام ہو چکے ہیں، ہوٹلوں میں حرام اور مشکوک چیزیں فروخت ہوتی ہیں، تفریح کے نام پر حرام اور ناجائز طریقے عام ہیں؛ ایسی تمام چیزوں کے حرام ہونے کا علم ضروری ہے۔
- جسم کے چھپانے والے حصوں کے ضروری احکام جاننا۔
- یہ جاننا کہ کن کن عورتوں سے پردہ ضروری ہے۔

فائدہ: (۱) فرائض کے علاوہ واجب عبادتوں کا علم سیکھنا بھی ضروری ہے، جیسے: عیدین کی نماز، تراویح، قربانی اور صدقہ فطر وغیرہ۔

فائدہ: (۲) فرائض اور واجبات کو اداء کرنے کا مسنون طریقہ بھی سیکھنا چاہیے، اس کے بغیر عبادت میں کمی رہ جائے گی۔

فائدہ: (۳) اس رسالے میں جن باتوں کے سیکھنے کی نشاندہی کی گئی ہے، وہ صرف

مثال کے طور پر ہے، مقصد یہ ہے کہ ہمیں اندازہ ہو جائے کہ دین کے فرض علم میں کس قسم کی باتیں آتی ہیں، ورنہ ان کے علاوہ بھی بہت سی چیزوں کا علم حاصل کرنا ضروری ہے اور اتنا علم سیکھنا کوئی مشکل نہیں ہے، ہر مسلمان کو چاہیے کہ کسی معتبر عالم دین سے رابطہ کر کے یہ فرض علم حاصل کرے۔ اللہ تعالی ہم سب کو علم نافع عطا فرمائے۔ آمین۔

فائدہ: (۴) جیسا کہ شروع میں لکھا گیا ہے کہ فرض علم کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دین کے ہر شعبے کی ساری تفصیلات سب مسلمانوں کے لیے سیکھنا فرض ہے؛ بلکہ ان سے متعلق بنیادی اور ضروری علم حاصل کرنا فرض ہے۔

علم دین سیکھنے اور سکھانے کی اہمیت سے متعلق

ایک اہم حدیث اور اس کی جامع تشریح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دین کا ضروری علم سیکھنے اور سکھانے کی اہمیت بہت سی حدیثوں سے ثابت ہے؛ البتہ اس سلسلے میں ایک حدیث خاص طور پر ہمیں جھنجھوڑنے والی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے:

ایک دن نبی کریم ﷺ نے منبر پر تشریف لا کر خطبہ ارشاد فرمایا، اللہ تعالی کی حمد وثنا کے بعد آپ نے مسلمانوں کے کچھ قبیلوں کی تعریف فرمائی کہ وہ اپنی ذمہ داریاں اچھی طرح اداء کر رہے ہیں، پھر آپ نے کچھ دوسرے مسلمانوں کو تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اُن لوگوں کو کیا ہوا جو اپنے اُن پڑوسیوں کے اندر دین کی سمجھ پیدا نہیں کرتے جو دین سے ناواقف ہیں؟ وہ انہیں علم نہیں سکھاتے؟ ان کے اندر دین کی بصیرت پیدا نہیں کرتے؟ انہیں نیکی کا حکم اور برائی سے روکنے کا اہتمام نہیں کرتے؟ اسی کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ نے فرمایا اور ان لوگوں کو کیا ہوا جو دین اور اس کے احکام سے واقف نہیں ہیں، اس کے باوجود وہ اپنے پڑوس میں رہنے والے علماء سے دین نہیں سیکھتے؟ ان سے دین کی سمجھ نہیں لیتے؟ ان سے دین کی بصیرت حاصل نہیں کرتے؟ اس کے بعد آپ ﷺ نے قسم کھا کر تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ہر قبیلے کو چاہیے کہ وہ اپنے پڑوسیوں کو ضرور علم سکھائے، ان میں دین کی سمجھ پیدا کرے، انہیں دین کے بارے میں بصیرت والا بنائے، انہیں نیکی کا حکم کرے اور برائی سے روکے اور ہر قبیلہ اپنے پڑوسیوں سے علم حاصل کرے، ان سے دین کی سمجھ لے اور ان سے دین کی بصیرت حاصل کرے، اگر دونوں فریقوں نے

اس ہدایت پر عمل نہیں کیا تو میں انہیں دنیا ہی میں سزا دوں گا۔اس کے بعد نبی کریم ﷺ منبر سے اتر کر اپنے حجرے میں تشریف لے گئے۔مجلس میں موجود لوگ سوچنے لگے کہ حضور ﷺ کا اشارہ کن لوگوں کی طرف تھا؟ کچھ لوگوں نے کہا کہ ہمارا خیال ہے کہ آپ کی مراد اشعری قبیلے کے لوگ ہیں؛ کیونکہ انہیں کا یہ حال ہے کہ وہ فقہاء ہیں، یعنی خود تو دین کی سمجھ بوجھ اور اس کا علم رکھتے ہیں اور ان کے پڑوس میں پانی کے چشموں کے پاس رہنے بسنے والے دیہاتی لوگ ہیں جو (دین سے) بالکل ناواقف ہیں۔

جب یہ بات اشعری قبیلے کے لوگوں تک پہنچی تو وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ نے کچھ لوگوں کی تعریف فرمائی ہے اور ہم پر ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے، ہمارا کیا قصور ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے وہی بات دہراتے ہوئے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم! دین کا علم رکھنے والا ہر قبیلہ اپنے پڑوسیوں کو علم سکھائے، ان میں دینی سمجھ پیدا کرے، ان کے اندر دین کی بصیرت پیدا کرے، نیکی کا حکم کرے اور برائی سے روکے، اسی طرح دین سے ناواقف ہر قبیلہ اپنے پڑوسیوں سے علم حاصل کرے، ان سے دینی سمجھ حاصل کرے اور ان سے دینی بصیرت حاصل کرے، ورنہ میں اس دنیا ہی میں سزا دوں گا۔یہ سن کر اشعری قبیلے کے لوگ کہنے لگے: یا رسول اللہ! کیا دوسروں کے اندر دین کی بصیرت پیدا کرنا بھی ہماری ذمہ داری ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ وہی بات فرمائی، جب انہوں نے پھر یہی سوال کیا تو آپ ﷺ نے تیسری بار بھی وہی بات دہرائی، چنانچہ اشعری قبیلے کے لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمیں ایک سال کی مہلت دیجیے تا کہ یہ کام ہم مکمل

کرسکیں۔رسول اللہ ﷺ نے انہیں ایک سال کی مہلت دی تا کہ وہ اپنے پڑوسیوں کو دین کا علم سکھائیں،ان میں دینی سمجھ پیدا کریں اوران کے اندر دین کی بصیرت پیدا کریں ،اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے سورۂ مائدہ(آیت نمبر:۷۸،۷۹) کی یہ آیات تلاوت فرمائیں:

لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَاءِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ

بنی اسرائیل کے کافروں پر حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے ذریعے لعنت کی گئی، یہ اس لیے ہوا کیونکہ وہ نافرمانی کرتے تھے اور مسلسل حد سے گذر جاتے تھے، وہ لوگ ایک دوسرے کو ان برے کاموں سے نہیں روکا کرتے تھے جو وہ کرتے تھے، یقینا بہت ہی بری ہے وہ بات جو وہ کیا کرتے تھے۔(۱۰)

اہم سبق

اس حدیث پر غور کرنے سے درج ذیل ہدایات واضح طور پر سامنے آتی ہیں:

- جن لوگوں کے پاس دین کا علم اور صحیح سمجھ ہے،ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ دوسروں کو علم سکھائیں۔
- عام لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ خود علم والے لوگوں کے پاس جا کر دین سیکھیں۔
- دین سیکھنے اور سکھانے کی محنت سے دور رہنے کی کسی کو اجازت نہیں ہے؛ بلکہ اس میں غفلت برتنا ایک قابل سزا جرم ہے۔
- پڑوسیوں کا ایک اہم حق یہ بھی ہے کہ انہیں دین سکھایا جائے۔
- دین سکھانے والوں کا ایک اہم کام یہ بھی ہے کہ وہ لوگوں کو تعلیم دینے کے

ساتھ ساتھ ان کے اندر دین کی سمجھ بوجھ اور بصیرت پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

○ علم پھیلانے کے ساتھ ساتھ اچھے کاموں کا حکم کرنا اور بری باتوں سے روکنا بھی ضروری ہے۔

○ معاشرے میں جب برائیوں سے روکنے کا عمل ختم ہوجاتا ہے تو یہ اللہ تعالی کی لعنت اور ناراضگی کا سبب بنتا ہے اور ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' نہ ہونے کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ معاشرے میں دین کا علم اور دین کی سمجھ بوجھ نہیں ہے۔

○ علمائے کرام کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے علاقے میں عام لوگوں کے لیے دین سکھانے کا انتظام کریں۔ (مستفاد از: فرض علم: تعلیم واشاعت، مؤلفہ: حضرت مولانا عبدالمالک صاحب دامت برکاتہم)

حضرت مولانا منظور نعمانیؒ کا اہم ارشاد

حضرت مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے دین کی عمومی تعلیم وتربیت کا یہ نظام قائم فرمایا تھا کہ کسی آبادی یا علاقے کے جو لوگ دین کا علم اور اس کی سمجھ بوجھ رکھتے ہیں، ان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے قرب وجوار کے ان لوگوں کو جو دین سے ناواقف ہیں دین سکھائیں اور اس تعلیمی خدمت کو اپنی زندگی کے پروگرام کا خاص جزء بنائیں اور دین سے واقفیت نہ رکھنے والے مسلمان اس کو اپنا فرض اور زندگی کی ضرورت سمجھیں کہ دین جاننے والوں سے رابطہ قائم کر کے دین سیکھیں، حضور ﷺ نے اس بارے میں غفلت اور کوتاہی کو قابل سزا جرم قرار دیا تھا۔

حدیث کے آخر میں اشعریین کے وفد نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ ہم کو ایک سال کی مہلت دیدی جائے، ہم اس مدت میں ان شاء اللہ یہ تعلیمی مہم انجام دے لیں گے، آپ ﷺ نے ان کی یہ بات منظور فرمالی، یہ گویا اس

علاقے کی پوری آبادی کے لیے ایک سالہ تعلیمی منصوبہ تھا۔اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اگر آج بھی ہر علاقے کے مسلمان خواص وعوام اس طریق کار کو اپنا لیں اور منصوبہ بندی کے ساتھ اس مقصد کے لیے جد وجہد کریں تو امت کے تمام طبقوں ایمانی زندگی اور ضروری درجے کی دینی واقفیت عام ہوسکتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے آخر میں سورۂ مائدہ کی جو دو آیتیں تلاوت فرمائیں، ان میں یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ بنی اسرائل میں سے جن لوگوں پر اللہ کے جلیل القدر پیغمبر حضرت داؤد اور حضرت عیسی علیہما السلام کی زبان سے لعنت ہوئی اور ان کی ملعونیت کا اعلان ہوا، وہ ان کے ایک خاص جرم کی وجہ سے ہوا، وہ یہ کہ وہ ایک دوسرے کو گناہوں اور برائیوں سے روکنے کی اور ان کی دینی واخلاقی اصلاح کی کوئی فکر اور کوشش نہیں کرتے تھے، معلوم ہوا کہ یہ جرم ایسا سنگین ہے کہ اس کی وجہ سے آدمی اللہ تعالی کی اور اس کے پیغمبروں کی لعنت کا مستحق ہوجاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے خطبہ میں جو تنبیہ اور سرزنش فرمائی تھی، یہ آیتیں اس کی قرآنی سند ہیں، آپ ﷺ نے یہ آیتیں تلاوت فرما کر گویا بتلایا کہ جو کچھ میں نے خطبے میں کہا ہے اور جس پر مجھے اصرار ہے، یہ وہی ہے جس کی ہدایت اللہ تعالی اپنے کلام پاک کی ان آیتوں میں فرمائی ہے۔

(معارف الحدیث: ۸/ ۳۳، ۳۴، کتاب العلم، دارالاشاعت، کراچی)

خلاصہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اپنی امت کو جھنجھوڑتے ہوئے تعلیم وتربیت کے ایک ایسے نظام کی طرف متوجہ فرمایا ہے جس کے ذریعے ہر عمر اور ہر طبقے کا مسلمان آسانی کے ساتھ دین کا ضروری علم سیکھ سکتا ہے اور دین کی سمجھ حاصل کر سکتا ہے۔

اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا ایمان سلامت رہے اور ہم اللہ تعالی کی مقرر کی ہوئی حدود کو پہچانیں تو ہمیں انفرادی اور اجتماعی طور پر دین سیکھنے اور سکھانے کی طرف توجہ دینی ہوگی، اسی سے اللہ تعالی کے حکموں پر چلنا نصیب ہوگا جو ہماری اصل کامیابی ہے، اللہ تعالی ہم سب کو علم نافع عطا فرمائے، آمین۔

یہاں تک الحمدللہ رسالہ مکمل ہو گیا
آگے کے مضامین اور حواشی اہل علم کے لیے ہیں

فرض عین اور فرض کفایہ علم سے متعلق

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اہم تحریر

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

علمِ دین کی دو مقداریں ہیں:

فرض عین علم

ایک مقدار یہ کہ عقائد ضروریہ کی تصحیح کی جائے۔ عباداتِ مفروضہ کے ارکان وشرائط و احکامِ ضروریہ معلوم ہوں۔ معاملات ومعاشرات میں جن سے اکثر سابقہ پڑتا ہے ان کے ضروری احکام معلوم ہوں۔ مثلاً یہ کہ نماز کن کن چیزوں سے فاسد ہوجاتی ہے؟ کن کن صورتوں میں سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے؟ اگر سفر پیش آئے کتنے سفر میں قصر ہے؟ اگر امام کے ساتھ پوری نماز نہ ملے تو بقیہ نماز کس صورت میں کس طرح پوری کرے؟ قضا کے کیا احکام ہیں؟ زکوٰۃ کن اموال میں واجب ہے؟ اور اس کے ادا میں کیا کیا شرائط ہیں؟ علیٰ ہذا حج وصوم کے احکام۔ اور یہ کہ نکاح کن کن عورتوں سے حرام ہے؟۔ کن الفاظ سے نکاح جاتا رہتا ہے؟ عدت وولایتِ نکاح کے کیا احکام ہیں؟ رضاعت کے اثر سے کون کون رشتے حرام ہوجاتے ہیں؟ مبادلۂ اموال میں کیا کیا رعایت واجب ہے؟ کسی جائیداد یا آدمی کی اجرت ٹھہرانے میں کون کون صورتیں جائز ہیں کون ناجائز ہیں؟ فیصلۂ قضایا کا (اگر یہ شخص صاحبِ حکومت ہے) حسبِ قوانینِ شرعیہ کس طرح ہوتا ہے؟ (گو ان کے انفاذ پر قادر نہ ہو؛ مگر جاننا اس لئے واجب ہے کہ دوسرے فیصلوں کے حق ہونے کا اور شرعی

فیصلوں کے ناحق ہونے کا اعتقاد نہ کر بیٹھے) کون کون لباس حلال ہیں؟ کیا کیا حرام ہیں؟ نوکریاں کون جائز ہیں کون ناجائز ہیں؟ (اگرچہ بدقسمتی سے ناجائز ہی میں مبتلا ہو؛ مگر علمِ احکام سے اس کو قبیح تو سمجھے گا اور دو جرموں کا مرتکب تو نہ ہوگا: ایک مباشرتِ فعلِ ناجائز، دوسرے اس کو ناجائز نہ سمجھنا) ماکولات ومشروبات میں کیا جائز ہے اور کیا ناجائز ہے؟ اسبابِ تفریح میں کس کا استعمال درست ہے کس کا نادرست ہے؟ اخلاقِ باطنی میں محمود و مذموم کا امتیاز ہو۔ اس کے معالجہ کا طریق معلوم ہو، مثلاً ریا، و کبر وغضب وحرص وطمع وظلم و غیر ذلک کی حقیقت جانتا ہو، تاکہ اپنے اندر ان کا ہونا نہ ہونا معلوم ہو، پھر بعد معلوم ہونے کے ان کے ازالہ کی تدبیر کر سکے اور کوتاہی پر استغفار کیا کرے۔

یہ سب مقدار علم کی عام طور پر ضروری ہے؛ کیونکہ بدون ان کے جانے ہوئے اکثر اوقات معصیت اور ناخوشیِ حق تعالیٰ میں مبتلا ہوگا۔

ہم نے ان احکام سے ناواقف اور علومِ معاش کے اعلیٰ درجے کے واقف لوگوں کو سخت غلطیاں کرتے دیکھا ہے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ متنبہ کرنے سے بھی متنبہ نہیں ہوتے؛ کیونکہ ان علوم سے مناسبت ہی نہیں، ایسے نمازیوں کو وطن میں عارضی قیام کے طور پر آنے میں قصر کرتے دیکھا ہے۔ زکوٰۃ چندۂ حجاز ریلوے میں دیتے ہوئے پایا ہے۔ روزہ میں سگریٹ پینے کو بعضے مفسدِ صوم نہیں سمجھتے۔ حج میں بے سیئے ہوئے اور بنیان کے طور پر بنے ہوئے کپڑے کو گو وہ پاجامہ کرتہ ہی ہو؛ پہننے کو بعضے امراء نے جائز سمجھا، حقیقی بھانجے کی دختر سے نکاح حلال جاننے والا میں نے دیکھا ہے۔ چاندی سونے کی مبادلہ میں یا حبوب وغلات کے معاملہ میں یا ریلوے وڈاک خانہ کے قوانین میں بے احتیاطی کرنے کو کوئی بھی خلافِ شریعت نہیں سمجھتا الا ماشاء اللہ، سرکاری نرخ پر اگرچہ مالک سواری کا راضی نہ ہو، جبر کر کے کسی سے کام لینے کو برا سمجھنے والے شاذ و نادر ہیں۔ نوکری اور لباس اور اسبابِ تفریح میں تو ایسے صاحبوں کے نزدیک کوئی جزئی ممنوع ہے ہی نہیں۔

اخلاق میں بجز تفاخر و تحقیرِ مسلمین و حرصِ دنیا کے جس کا نیا لقب اس وقت ترقی ہے سیکھا ہی نہیں۔

جنہوں نے بعض علوم کو فرضِ عین فرمایا ہے، اُس بعض سے یہی مقدار مراد ہے اور فرضِ عین کا یہی مطلب ہے کہ یہ سب کے لئے عام طور پر ضروری ہے۔

فرض کفایہ

دوسری مقدار یہ ہے کہ اپنی ضرورت سے تجاوز کر کے مجموعۂ قوم کی ضرورتوں پر لحاظ کر کے و نیز دوسری معترض قوموں کے شبہات سے اسلام کو جس مضرت کے پہونچنے کا اندیشہ ہے، اُس پر نظر کر کے ایک ایسا وافی ذخیرۂ معلوماتِ دینیہ کا مع اس کے متعلقات و لواحق و آلات وخوادمِ علوم کے جمع کیا جائے جو سابقہ ضرورتوں کے لئے کافی ہو؛ یہ مقدار فرض علی الکفایہ ہے۔

فرض عین اور فرض کفایہ علم کا شرعی حکم

فرضِ عین کا حکم یہ ہے کہ ہر ہر شخص بانفرادہ اس کا مکلف ہے، جو شخص اس میں کوتاہی کرے گا وہ گناہ گار ہوگا اور فرضِ کفایہ کا حکم یہ ہے کہ اگر ہر مقام پر ایک ایسی جماعت قائم رہے کہ اِن ضرورتوں کو پورا کر سکے تو سب مسلمان گناہ سے بچے رہیں گے، ورنہ سب گناہ میں شریک ہوں گے۔

اس تقریر سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ علماء علمِ دین کو بایں معنی ضروری نہیں کہتے کہ ہر شخص اصطلاحی مولوی بنے، پھر علومِ معاش میں حرج واقع ہونا کیونکر لازم آیا جس کا وسوسہ عوام کو مانع ہو رہا ہے، تکمیلِ علومِ دینیہ سے البتہ یہ انتظام ہونا ضروری ہے کہ کافی تعداد میں ایک معتد بہ جماعت ایسی ہو جو ہر طرح علومِ دینیہ میں کامل مکمل محقق متبحر ہوں اور ایک بڑا حصہ عمر کا تحصیل میں اور تمام عمر اس کی اشاعت و خدمت میں صرف کریں اور اس کے سوا ان کو

کوئی کام نہ ہو، قرآن مجید کی اس آیت میں اس جماعت کا ذکر ہے وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ، حدیثوں میں حضرات اصحابِ صفہ کی یہی شان آئی ہے۔

عوام کے لیے علم حاصل کرنے کا طریقہ

اور عام مسلمان اس جماعت سے تقریراً وتحریراً اپنی ضروری دینی حاجتیں رفع کیا کریں، ان میں جو پڑھنے کے قابل ہیں جیسے کم عمر بچے یا وہ جو چندے یا قدرے معاش سے فارغ ہیں، ان کے لئے بہتر یہ ہے کہ اس جماعت سے سبقاً سبقاً کچھ رسالے عقائد و مسائل ابوابِ مختلفہ کے پڑھ لیں کہ اس طریق سے تھوڑے زمانہ میں بڑا ذخیرۂ معلومات کا جمع ہو جاتا ہے، پھر نئے واقعات کے متعلق وقتاً فوقتاً اس جماعت سے پوچھتے رہیں اور جو کسی سبب سے اس طرح پر نہیں پڑھ سکتے، وہ اگر کم از کم ہفتہ میں ایک روز گھنٹہ دو گھنٹہ نکال کر ایک معین وقت پر جمع ہو کر کسی سمجھدار ذی علم سے درخواست کریں کہ وہ ان کو ایسے رسائل پڑھ کر سنایا کرے اور سمجھایا کرے تو قریب قریب فائدۂ مذکورہ کے ان کو بھی حاصل ہو اور ضرورت کے وقت پوچھتے رہنا؛ یہ تو تمام عوام بلکہ خواص وعلماء کے لئے بھی مشترک الوجوب ہے، پھر ان طریقوں سے احکام پر مطلع ہو کر زبانی یا کتاب کے ذریعہ سے اپنے اپنے گھر کی مستورات کو پڑھاتے رہیں یا سناتے رہیں یا بتلاتے رہیں۔ (۱۱)

دین کے پانچوں شعبوں سے متعلق فرضیت علم کے دلائل

حکیم الامت حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں:

جس قرآن میں: يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ مذکور ہے، اسی قرآن میں فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ الآية اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ (الآية) اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا (الآية) لَاتَاْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّا اَنْ

تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَـرَاضٍ مِّنْكُـمْ (الآية) وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَـنَ مِنْهَا(الآية) مَـنْ يَّشْـفَعْ شَـفَاعَةً حَسَـنَةً (الآية) وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَـانَ بِوَالِدَيْهِ(الآية) وَصَـاحِبهِمَا فِي الـدُّنْيَا مَعْرُوْفًـا(الآية) وَاٰتِ ذَا الْقُـرْبٰى حَقَّه(الآية) اِذَا اَنْفَقُـوْا لَـمْ يُسْـرِفُوْا وَلَـمْ يَقْتُـرُوْا (الآية) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُـوْنَ اِخْوَةٌ(الآية) لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَـوْمٍ(الآية) اِجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّـنِّ(الآية) وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُـكُمْ بَعْضًـا(الآية) اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِـبُّ الْمُسْـتَكْبِرِيْنَ(الآية) يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَه(الآية) اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّـابِرِيْنَ(الآية) وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّـلِ الْمُتَوَكِّلُوْن(الآية) اَلَّـذِيْنَ هُـمْ فِيْ صَـلَاتِهِمْ خَاشِـعُوْنَ(الآية) تَقْشَعِرُّ مِنْـهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُـمْ(الآية) يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُـوْعًا(الآية)وغيرها من آيات المعاملات والمعاشرات والمقامات.

بھی تو مذکور ہیں، اسی طرح کتبِ حدیث کی فہرست اٹھا کر ملاحظہ کرنے سے جہاں کتاب الایمان، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الزکوٰۃ نظر آئے گا، اس کے نیچے ہی کتاب البیوع، کتاب النکاح والطلاق، کتاب الآداب، کتاب الرقاق بھی ملاحظہ سے گذرے گا۔ پھر اس خیال کی گنجائش کہاں ہے کہ اسلام نے صرف عقائد واعمال سکھلائے ہیں اور معاملات ومعاشرت وتصوف نہیں بتلایا؛ بلکہ منصف کو اسی مقام پر یقین آ گیا ہوگا کہ اسلام نے پانچوں چیزیں تعلیم کی ہیں اور ہم کو کسی کا محتاج نہیں چھوڑا۔

مزید تحریر فرماتے ہیں: طالبِ حق کو ضروری ہے کہ اول اپنے عقائد موافق اہل سنت وجماعت کے درست کرے، پھر اعمالِ مفروضہ نماز وروزہ وغیرہما کے احکام سیکھ کر ان کا پابند ہو اور حرام وحلال کے مسائل سے واقف ہو تا کہ اکل حلال سے نورانیتِ قلب پیدا ہو اور طرزِ معاشرت سے مطلع ہو، تا کہ اہل حقوق

کے حقوق تلف نہ ہوجائیں؛ کیونکہ اتلافِ حقوق ظلم ہے اور ظالم پر لعنت ہوتی ہے، پھر لعنت ورحمت جمع کیسے ہوگی؟ اور رضا بدونِ رحمت کے ہوتی نہیں۔ان سب مراحل کو طے کر کے اب اس راہِ باریک میں قدم رکھے۔ایسا شخص ان شاء اللہ تعالیٰ کبھی گمراہ نہ ہوگا اور انشاء اللہ اپنے مقصودِ حقیقی تک پہنچے گا۔(۱۲)

حواشی

(۱)عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: طلب العلم فريضة على كل مسلم۔قال الشيخ محمد عوامة : رواه ابن ماجه في سننه (۲۲۴) وغيره، من حديث أنس وغيره، وللعلماء كلام كثير عليه من حيث صحة إسناده، ومن حيث معنى متنه.أما الإسناد: فهو صحيح بطرقه الكثيرة، وللإمام السيوطي جزء خاص به، وهو مطبوع، وقد رواه عن أنس رضي الله عنه فقط واحد وعشرون راويا.(معالم إرشادية، ص: ۳۷، دار المنهاج، جدة، الطبعة الأولى: ۱۴۳۴ھ/۲۰۱۳ء)

وقال الشيخ عبد الفتاح أبو غدة: روي بطرق كثيرة، وقد حسنها الحافظ المزي، وحكم السيوطي رحمه الله تعالى بصحته، وقد جمع في طرقه جزءاكما في فيض القدير للمناوي:٤:٢٦٧. (الرسول المعلم وأساليبه في التعليم، ص: ۱۸، دار البشائر الإسلامية، بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۱۷ھ۱۹۹۶م) وقال الشيخ في هامش كتاب الكسب: رواه ابن ماجة من حديث أنس، وهو عند ابن الجوزي في العلل المتناهية عن عدة من الصحابة. وحسنه الحافظ المزي لكثرة طرقه كما في تدريب الراوي للسوطي، ص:٨٣، وتبعه السويطي في الدرر المنتثرة، ص:٢٠٥.وشاع على الألسنة لفظة (ومسلمة) وهي لفظة لم ترد في شيء من طرق هذا الحديث، ولا يراد بنفي ورودها نفي مطالبة المرأة المسلمة بتحصيل العلم، بل يراد المنع من إضافتها إلى الحديث النبوي المنسوب إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم لعدم ورودها، أما

المرأة المسلمة فإنها مطالبة به، داخلة فيما يلزمها أو يطلب منها تعلمه. (كتاب الكسب، ص: ١٤٨، مکتب المطبوعات الإسلامية، حلب، تحقيق: شيخ عبد الفتاح أبو غده، الطبعة الأولى: ١٤١٧ھ-١٩٩٧م)

(٢) اس حدیث کی مفصل تخریج حاشیہ نمبر ۹ میں دیکھیے۔

(٣) حاشیہ نمبر ۴ میں حضرت امام محمد اور امام سرخسی رحمہما اللہ کی عبارت دیکھیں۔

(۴) علم الحال سے متعلق سب سے قدیم کلام حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۸ھ/۱۸۱ھ) کا ملتا ہے، جس کو قاضی ابو القاسم ابن ابی العوام رحمۃ اللہ علیہ (م: ۳۳۵ھ) نے فضائل ابی حنیفہ میں سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

حدثنا أبي قال : ثنا أبي قال : قال علي بن الحسن : وسألت عبدالله بن المبارك عن الرجل ما يجب عليه من تعلم العلم ؟ قال : لا يقدم على شيء إلا بعلم يسأل ويتعلم كيف يصنع ، فهذا الذي يجب على الناس من تعلم العلم ، وفسره قال : لو أن رجلا ليس له مال لم يجب عليه تعلم الزكاة ، فإذا كان له مائتا درهم وجب عليه أن يتعلم كم يخرج ومتى يخرج وأين يضع ؟ وسائر الأشياء على هذا من الطلاق والنكاح ، قلت : فماذا يجب على المرء من تعلم القرآن ؟ قال : سورتين فصاعدا .

(فضائل أبي حنيفة وأخباره ومناقبه، ص: ٢٦٦، المكتبة الإمدادية، مكة المكرمة، الطبعة الأولى: ١٤٣١هـ ٢٠١٠م)

علم الحال سے متعلق چند اہم عبارتیں:

قال السرخسي (م: ٤٨٢): وبيان فرضية طلب العلم في قوله صلى الله عليه وسلم : طلب العلم فريضة على كل مسلم. والمراد علم الحال على ما قيل: أفضل العلم علم الحال وأفضل العمل حفظ المال.

وبيان هذا: أن ما يحتاج إليه المرء في الحال لأداء ما لزمه: يفترض عليه

عينا علمه كالطهارة لأداء الصلاة، فإن أراد التجارة يفترض عليه تعلم ما يتحرز به عن الربا والعقود الفاسدة، وإن كان له مال يفترض عليه تعلم زكاة جنس ماله، ليتمكن به من الأداء، وإن لزمه الحج يفترض عليه تعلم ما يؤدي به الحج. فهذا معنى: علم الحال.

وهذا علم؛ لأن الله تعالى حكم ببقاء الشريعة إلى يوم القيامة والبقاء بين الناس يكون بالتعلم والتعليم فيفترض التعلم والتعليم جميعا، وقد قررنا هذا المعنى في بيان فريضة الكسب.

والدليل عليه ما روي أن النبي – صلى الله عليه وسلم – لعن الذين لايُعَلّمُون، و الذين لا يتعلمون، ليرتفع العلم بهم.

وقال: إن الله لا يقبض العلم انتزاعا ينتزعه من القلوب، ولكن بقبض العلماء، فإذا قبض العلماء، اتخذ الناس رؤساء جُهّالا، فأفتوا بغير علم فضلوا وأضلوا.

والذي يؤيد هذا كله قوله تعالى {وإن أحد من المشركين استجارك فأجره حتى يسمع كلام الله، وفي هذا إشارة إلى أنه يفترض تعليم الكافر إذا طلب ذلك فتعليم المؤمن أولى.

وبيان قولنا إنه من آكد الفرائض: أن الإنسان لو شغل جميع عمره بالتعلم والتعليم كان مفترضا في الكل، ولو شغل جميع عمره بالصوم والصلاة كان متنفلا في البعض، ولا شك أن إقامة الفرض أعلى درجة من أداء النفل....

وقال(الإمام محمد بن الحسن): ولو لم يكن طلب العلم فريضة، لم يكن للناس مخرج من الإثم. يعني أن التحرز عن ارتكاب المأثم فرض، قال الله تعالى: إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ

الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَـزِّلْ بِـهِ سُـلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُـوا عَلَـى اللَّـهِ مَـا لَا تَعْلَمُونَ. ولا يتوصل إلى هذا التحرز إلا بالعلم.

قال(الإمام محمد بن الحسن رحمه الله تعالى): ولو ترك الناس طلب العلم لما تميز الحق من الباطل والصواب من الخطأ، والبر مـن الجفـاء، يعـني أن التمييز بين الحق والباطل أصل الدين، ولا يتوصـل إليـه إلا بـالعلم، قـال الله تعالى:وَيَمْحُ اللَّـهُ الْبَاطِـلَ وَيُحِـقُّ الْحَـقَّ. وقال فـي آيـة أخـرى:لِيُحِقَّ الْحَـقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ.

ولا شك أنه يفترض على كل مخاطب التمييز بين ما أحقه الله تعالى وبين مـا محاه الله من الباطل وكذا على كل أحد التمسك بمـا هـو صـواب، والتحـرز عن الخطأ بجهده وطريق التوصل إلى ذلك العلمُ.

(كتاب الكسب،ص:١٤٨، مكتب المطبوعات الإسلامية، حلب، تحقيـق: شيخ عبد الفتاح أبو غده، الطبعة الأولى: ١٤١٧هـ ١٩٩٧م)

وقال الشـيخ محمـد عوامـة :الفرض فرضان:فرض عينٍ للوقـت الـذي أنتَ فيه: ماذا يتطلَّبُه الإسلام منـك، وذلـك: كمن بلغ سنَّ التكليـف قبل صلاة العصر – مثلاً – فإن الله عز وجل يطلب منه ويكلِّفـه فـوراً بتعلُّم أحكـام الطهـارة والصـلاة، ليقـوم بهـا ويـؤدي صـلاة الظهـر قبـل خروج وقتها بدخول صلاة العصر.وإن كان بلوغه في أشهر الحج، فإن الله عليه أداءُ فريضة الحج، فعليه أن يتعلم أحكام الحـج فـوراً ويسـتعدَّ لأدائه، إن توفرت له الواجبات الأخرى، وهكـذا حكـم الزكـاة، وحكـم الصيام.كمـا أن لهـذا الإنسـان البـالغ الآن أبـوين، فعليـه أن يتعلـم حقوقهما عليه في حـال حياتهمـا – أو بعد وفاتهما، إن كانـا تُوفِّيـا –،

ويؤدِّيها عن علم وبصيرة، لا عن وراثة مجتمع وأعرافٍ وعادات، وهكذا يتدرج في العلم الشرعي المفروض عليه، في كل مرحلة من مراحل حياته: إذا تزوج، وإذا وُلد له، أو صار مدرساً، أو صار قاضياً، وهذا أمر مشهور تقريره بين أهل العلم.

(معالم إرشادية، ص:٣٧، دار المنهاج، جدة، الطبعة الأولى:١٤٣٤ھ/٢٠١٣ء)

(٥)قال الحافظ قوام السنة الأصبهاني(م:٥٣٥هـ) وإذا كان من أهل السوق فعليه أن يتعلم علم البيع والشراء ومعاملة الناس ومعرفة أبواب الربا، فإن لم يفعل ذلك دخل عليه الربا والبيوع الفاسدة.وقد كان عمر بن الخطاب –رضي الله عنه– يطوف في الأسواق يضرب بعض التجار بالدرة، ويقول:((لا يبيع في سوقنا إلا من تفقه وإلا أكل الربا شاء أو أبى)) قالوا:((وليجعل بكوره إلى العالم قبل غدوه إلى السوق فيسأله عن وجوه المعاملة ثم ينصرف فيدخل فيما هو فيه من تجارة أو صناعة تصدق معاملته وتصح في مبايعه.

(كتاب الترغيب والترهيب:١:٥٣٤، دار الإمام البخاري، الدوحة، قطر، الطبعة الأولى: ١٤٤٤هـ ٢٠٢٢م)

(٦)ذکر وفکر،ص:٨٤،مکتبہ معارف القرآن،کراچی۔

(٧)اصلاح انقلاب امت:١/٢٢٧،ادارۃ المعارف،کراچی،وضوءاورنمازکی عملی مشق،ص:٨٥،مکتبہ فیض محمود،دیوبند۔

(٨)احکام المولودلابن القیم،ص:٢٢٩۔

(٩)فرض علم سے متعلق چندعبارتیں توعلم الحال سے متعلق حاشیہ نمبر:٤، ٥ میں گذرچکی ہیں،مزید کچھ اہم تصریحات یہاں ملاحظہ فرمائیں:

قال المخدوم محمد هاشم التتوي السندي: مما ينبغي يعلم أن فرائض الإسلام على قسمين: اعتقادية وعملية. فأما الفروض الاعتقادية فإنما

يفترض فيهـا أمـران: علمهـا بمعـنى معلوميـة كـل واحـد منهـا بأنـه فـرض واعتقادها بمعنى الإذعان بها بالقلب وقبولهـا. وهو رتبة فوق العلم المجـرد عن الاعتقاد. وأما الفروض العملية فيفترض فيهـا أمـور ثلثـة: علمها بمعنى معرفة كل واحد منها، واعتقادها بمعنى الإذعان بها، وعملها بالجوارح.

و مما ينبغي أن يعلم أن كل ما هو فرض من فرائض الإسلام فالعلم به فرض كما ذكرناه، وقد نص عليه العلماء الأعلام حتى لو ترك طلـب علمـه يكـون آثماً كآثم تارك الفرض.

(فـرائض الإسـلام، ص:٣، تحقيـق: أبـو سـعيد غـلام مصـطفى القاسـمي السندي، حيدرآباد، السند، الطبعة الأولى)

وقال أبو عمـر: " قد أجمع العلماء علـى أن مـن العلـم مـا هـو فـرض متعين على كل امرئ في خاصة نفسه ومنه مـا هـو فـرض علـى الكفايـة إذا قام به قائم سقط فرضه عن أهل ذلك الموضع.

واختلفوا في تلخيص ذلك، والذي يلزم الجميع فرضه مـن ذلـك مـا لا يسع الإنسان جهله من جملة الفـرائض المفترضـة عليـه نحـو الشـهادة باللسان والإقـرار بالقلـب بـأن الله وحـده لا شـريك لـه ولا شـبه لـه ولا مثل له {لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفـوا أحـد}خالق كل شيء وإليـه يرجع كل شيء، المحيي المميت، الحي الـذي لا يمـوت عـالم الغيـب والشهادة هما عنده سواء لا يعزب عنـه مثقـال ذرة فـي الأرض ولا فـي السماء هو الأول والآخر والظاهر والباطن.

والذي عليه جماعة أهل السنة والجماعة أنه لم يـزل بصـفاته وأسـمائه ليس لأوليته ابتداء ولا لآخريته انقضاء، وهو على العرش استوى.

والشهادة بأن محمدا عبده ورسوله وخاتم أنبيائه حق وأن البعث بعد الموت للمجازاة بالأعمال، والخلود في الآخرة لأهل السعادة بالإيمان والطاعة في الجنة، ولأهل الشقاوة بالكفر والجحود في السعير حق. وأن القرآن كلام الله وما فيه حق من عند الله يلزم الإيمان بجميعه، واستعمال محكمه.وأن الصلوات الخمس فرض، ويلزمه من علمها علم ما لا تتم إلا به من طهارتها وسائر أحكامها.وأن صوم رمضان فرض، ويلزمه علم ما يفسد صومه، وما لا يتم إلا به.وإن كان ذا مال وقدرة على الزكاة لزمه فرضا أن يعرف ما تجب فيه الزكاة ومتى تجب وفي كم تجب.ولزمه أن يعلم بأن الحج عليه فرض مرة واحدة في دهره إن استطاع السبيل إليه، إلى أشياء يلزمه معرفة جملها ولا يعذر بجهلها نحو تحريم الزنا وتحريم الخمر و الخنزير وأكل الميتة، والأنجاس كلها والسرقة والربا والغصب والرشوة في الحكم، والشهادة بالزور، وأكل أموال الناس بالباطل وبغير طيب من أنفسهم إلا إذا كان شيئا لا يتشاح فيه ولا يرغب في مثله، وتحريم الظلم كله وهو أخذ كل ما منع الله عز وجل منه ورسوله صلى الله عليه وسلم وتحريم نكاح الأمهات والبنات والأخوات ومن ذكر معهن، وتحريم قتل النفس المؤمنة بغير حق، وما كان مثل هذا كله مما قد نطق به الكتاب وأجمعت الأمة عليه

(جامع بيان العلم، ص: ١١٣، دار ابن القيم، الرياض، تحقيق: أبو يعقوب نشأت المصري، الطبعة الأولى: ١٤٤١هـ ٢٠٢٠م)

وقال محمد بن الحسين الآجري (م:٣٦٠هـ) فإن قال قائل: كيف صفة من فقّهه الله عز وجل في دينه، حتى يكون ممن أراد الله تعالى به خيراً؟

قيل: هو المسلم الذي قد علم أن الله عز وجل قد تعبّده بعبادات، وجب عليه أن يؤديها إلى الله عز وجل كما أمره بها، لا كما يريد هو، ولكن كما أوجب العلم عليه، فطلب العلم ليفقه ما تعبّده الله عز وجل به من أداء فرائضه، واجتناب محارمه. وعلمٌ لا يسعه جهله، ولا يعذُره به العلماء العقلاء في تركه، وذلك مثل الطهارة، وما يجب لله عز وجل عليه فيها. ومثل: الصلوات الخمس في اليوم والليلة، وما يجب لله عليه فيها. ومثل: الزكاة، وما يجبُ لله عز وجل عليه فيها؟ومثل: الصيام، وما يجبُ لله عز وجل عليه فيه؟ ومثل: الحجّ، متى يجبُ عليه؟ وإذا وجبَ ما الله عز وجل عليه فيه؟ وعلمُ الجهاد، متى يجبُ؟ وإذا وجبَ ما الله عليه فيه؟ وعلمُ المكاسب، وما يحلّ منها وما يحرم؟ ليأخذ الحلال بفقهٍ وعلم، ويترك الحرام بفقهٍ وعلم. وعلمُ النفقات الواجبات عليه، وغير الواجبات. وعلمُ برّ الوالدين. وعلمُ صلة الأرحام، والنهي عن قطعها. وعلمُ الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر. وعلمُ النكاح إذا أراده، حتى يجري نكاحه بفقهٍ. وعلمُ مُعاشرة الزوجة، وما أوجب الله عز وجل لها عليه من الحقّ، وما وجب له عليها من الحقّ، حتى يجري ذلك كله بفقهٍ وعلم قد تقدم. ثم علمُ صحبة الأصحاب، ومحادثة الإخوان، ومجاورة الجيران. ثم علمُ حفظ الجوارح عن كلّ ما حرّمه الله الكريم. ثم علمُ اللباس، مما هو مُباحٌ للرجال، ومحظورٌ على النساء، وما هو مباحٌ للنساء، ومحظورٌ على الرجال. ومثله الطيبُ، والحُلي. ثم علمُ المأكول، والمشروب؛ إذ في المأكول مباحٌ وغير مباح، وفي المشروب مباحٌ، وغير مباح. ثم علمُ كيف الشكر لله عز وجل ما أولى من نعمه. ثم طلب الفقه، يعلم كيف التوبة من كل ذنب أذنبه مما

بينه وبين الله عز وجل؟ وكيف التوبة من الذنوب التي بينه وبين المخلـوقين؟ قال محمد بن الحسـين: هذا يطول شرحه، فمن وفقه الله عـز وجـل لطلـب علم ما ذكرت؛ ليعبد الله في جميع ما تقدّم ذكرنا لـه، وممـا لـم أذكـره ممـا يطول به الكتاب، فعبـدَ الله عـز وجـل فيـه بفقـهٍ وعلـم؛ فهـو ممـن أراد الله الكريم به خيراً؛ إذ لم يتركه في الجهل.

واعلم أنه من عبدَ الله عز وجل بفقهٍ وعلم فإنه يُرضي الله عـز وجـل، ويغيـظ الشيطان، وينفع نفسه في الدنيا والآخرة، وينفع أهله وإخوانه.

(الجامع لكتب الإمام أبي بكر الآجري، الكتاب الثالث: فرض طلب العلم، ص:٣٢٩، لبنان، بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٤٠هـ ٢٠١٨م)

وقال الخطيـب البغـدادي:(م٤٦٢) .....معـنى قولـه صـلى الله عليـه وسلم: طلب العلم فريضة على كل مسلم أن علـى كـل أحـد فرضـا أن يتعلـم مـا لا يسـعه جهلـه مـن علـم حالـه وقـد بيـن ذلـك عبـد الله بـن المبارك فقال: فيما أنا محمد بن أبي نصر النرسـي , أنا محمد بن عبد الله بن الحسين الدقاق , نا ابن منيع , نا إسحاق بن إبراهيم المروزي نا حسن بن الربيع , قال: سألت ابن المبارك قلت: طلب العلم فريضة على كل مسلم " أي شيء تفسيره؟ قال: ليس هو الذي تطلبون , إنما طلب العلم فريضة أن يقع الرجل فـي شـيء مـن أمـر دينـه يسـأل عنـه حتى يعلمه أنا أبو بكـر , محمد بن عمر بن بكير المقـرئ النجـار , نا يحيى بن شبل بن العباس الحنيني , نا أحمد بن محمد بن عبد الخالق , نا أبو همام , نا علي بن الحسن بن شقيق , قال: سألت عبد الله بن المبارك: ما الذي يجب على الناس من تعليـم العلـم؟ قـال أن لا يقـدم

الرجل على الشيء إلا بعلم , يسأل ويتعلم , فهذا الذي يجب على الناس من تعليم العلم« وفسره قال: »لو أن رجلا ليس له مال , لم يكن عليه واجبا أن يتعلم الزكاة , فإذا كان له مائتا درهم , وجب عليه أن يتعلم كم يخرج , ومتى يخرج وأين يضع وسائر الأشياء على هذا« قلت: وهكذا روي عن علي بن أبي طالب , أنه أمر تاجرا بالفقه قبل التجارة.أنا أبو نعيم الحافظ , نا أبو الحسن , أحمد بن محمد بن الحسن بن مقسم البغدادي , نا عبد الله بن محمد بن زياد , نا يونس بن عبد الأعلى , نا ابن وهب , عن مالك , وذكر العلم , فقال: »إن العلم لحسن , ولكن انظر ما يلزمك من حين تصبح , إلى حين تمسي , ومن حين تمسي , إلى حين تصبح , فالزمه , ولا تؤثر عليه شيئا. أنا علي بن أحمد بن عمر المقرئ , أنا أبو محمد إسماعيل بن علي الخطبي , نا عبد الله بن أحمد بن حنبل , قال: سألت أبي عن الرجل يجب عليه طلب العلم؟ فقال: »أما ما يقيم به الصلاة , وأمر دينه من الصوم , والزكاة , وذكر شرائع الإسلام قال: ينبغي له أن يعلم ذلك قلت: فواجب على كل أحد طلب ما يلزمه معرفته , مما فرض الله عليه , على حسب ما يقدر عليه من الاجتهاد لنفسه , وكل مسلم بالغ عاقل من ذكر أو أنثى , حر وعبد , تلزمه الطهارة والصلاة والصيام فرضا , فيجب على كل مسلم تعرف علم ذلك , وهكذا يجب على كل مسلم , أن يعرف ما يحل له وما يحرم عليه , من المآكل والمشارب والملابس والفروج والدماء والأموال , فجميع هذا لا يسع أحدا جهله , وفرض عليهم أن يأخذوا في تعلم ذلك , حتى

يبلغون الحلم وهم مسلمون , أو حين يسلمون بعد بلوغ الحلم , ويجبر الإمام أزواج النساء وسادات الإماء على تعليمهن ما ذكرنا , وفرض على الإمام أيضا , أن يأخذ الناس بذلك , ويرتب أقواما لتعليم الجهال , ويفرض لهم الرزق في بيت المال , ويجب على العلماء تعليم الجاهل , ليتميز له الحق من الباطل.

(الفقيه والمتفقه: ١:١٦٩، دار ابن الجوزية، دمام، السعودية، تحقيق: عادل بن يوسف العزازي، الطبعة الأولى: ١٤١٧هـ ١٩٩٦م)

وقال الإمام برهان الدين الزرنوجي: اعلم بأنه لايفترض على كل مسلم ومسلمة طلب كل علم؛ بل يفترض عليه طلب علم الحال، كما يقال: أفضل العلم علم الحال، وأفضل العمل حفظ الحال. ويفترض على المسلم طلب علم ما يقع له في حاله في أي حال كان؛ فإنه لابد له من الصلاة، فيفترض عليه علم مايقع له في صلاته بقدر مايؤدي به فرض الصلاة، ويجب عليه علم مايقع له بقدر ما يؤدي به الواجب؛ لأن مايتوسل به إلى إقامة الفرض يكون فرضا، وما يتوسل به إلى إقامة الواجب يكون واجبا، وكذلك في الصوم والزكاة إن كان له مال، والحج إن وجب عليه، وكذلك في البيوع إن كان يتجر. قيل لمحمد بن الحسن رحمه الله: ألا تصنف كتابا في الزهد؟ قال: صنفت كتابا في البيوع، يعني: الزاهد من يتحرز عن الشبهات والمكروهات في التجارات، وكذلك في سائر المعاملات والحرف. وكل من اشتغل بشيء منها، يفترض عليه علم التحرز عن الحرام فيه. وكذلك يفترض عليه علم أحوال القلب من التوكل والإنابة والخشية والرضاء؛ فإنه واقع فى جمع الأحوال.

قال الشيخ نور عالم خليل الأميني: الحال: هو الوقت الذي أنت فيه. والمراد من الحال هنا الأمر العارض للإنسان من الكفر والإيمان، والصلاة والزكاة والصوم والبيع والشراء والحلال والحرام وغيرها من الأحوال.

(تعليم المتعلم مع تحشية الشيخ الأميني، ص: ٢٤، مؤسسة العلم والأدب، ديوبند، الهند، الطبعة التاسعة عشرة ١٤٤٦هـ ٢٠٢٥م.)

وقال الإمام الأماسي الحنفي (م: ١٠٠٠هـ)واعلم أنه لاشك في فرضية علم الفرائض الخمس؛ إذ هي أمهات العبادات وآكدها، وأساسُ الإسلام وأركانه، ولا شكَّ أيضاً في فرضيَّةِ علم الإخلاص على كلِّ مسلمٍ إذ هو من المأمورات اللازمة، وصحةُ العمل موقوفةٌ عليه، وكذا في فرضيَّةِ علم الحلال والحرام، إذ العملُ لا يُقبَلُ إلا من المتقين وكذا في علم الرياء، إذ العابدُ محرومٌ من ثواب عمله الذي عَبَدَ بالرياء، وصاحبُ الرياء خاسرٌ يوم القيامة، كما سيأتي الكلامُ عليه إن شاء الله تعالى وكذا في علم الحسَدِ والعُجْبِ، إذ هما يأكلان العملَ كما تأكلُ النارُ الحطبَ كما سيأتي تحقيقهما إن شاء الله تعالى ، وكذا لا شكَّ في فرضيَّةِ علم البيع والشراء؛ لأن مَن اتَّجر قبلَ العلم فقد ارتطم في الرِّبا، وكذا علمُ النكاح والطلاق والغزاء لمن أراد الدخولَ في هذه الأشياء، وكذا لا شكَّ في فرضيَّةِ علم ألفاظ التي يحرُمُ على المسلم التكلُّمُ بها،والألفاظُ التي يكفرُ بها المسلمُ إذا تكلَّمَ بها، إذ الجاهلُ بها يُحبِطُ عملَ سبعينَ سنةً بكلمةٍ واحدةٍ في آنٍ واحدٍ فيكونُ هباءً منثوراً فأيُّ فائدةٍ في سعيِهِ وتَعَبِهِ في عبادته طولَ عمرِهِ، لَعَمري هذا من أهمِّ المهمَّات في هذا الزمان، لغلبةِ الجهلِ

على النَّاس، وتسمعُ كثيراً من العوامِّ بل مِمَّن يتَّسِمُ بسيماءِ أهلِ العلم يتكلَّمون بألفاظٍ يكفرُ بها المسلمُ وهم عنها غافلون، فيُحبَطُ ثوابُ عمله.(تبيين المحارم، ص:٢٨٧)

وقال الحصكفي: وَاعْلَمْ أَنَّ تَعَلُّمَ الْعِلْمِ يَكُونُ فَرْضَ عَيْنٍ وَهُوَ بِقَدْرِ مَا يَحْتَاجُ لِدِينِهِ.وقال ابن عابدين: قال "العَلَّامي" في "فصولِه":مِنْ فرائضِ الإسلام تَعَلُّمُ ما يَحْتاَجُ إليه العبدُ في إقامةِ دينِه، وإخلاص عَملِه للّه تعالى، ومعاشَرَةِ عبادِه، وفرضٌ على كلِّ مُكَلَّفٍ ومُكَلَّفَةٍ بعدَ تَعَلُّمِه علمَ الدّين والهداية تعلُّمُ علمِ الوضوء والغسل، والصّلاة والصّوم، وعلمِ الزّكاة لِمَنْ له نصابٌ، والحجِّ لِمَنْ وَجَبَ عليه، والبيوعِ على التُّجَّار ليَحْتَرِزُوا عن الشُّبهات والمكروهات في سائر المعاملات، وكذا أهلُ الحِرَف، وكلُّ مَنْ اشْتَغَلَ بشيءٍ يُفْرضُ عليه عِلْمُه وحُكْمُه ليَمْتَنِعَ عن الحرام فيه اه.(الدر المختار مع رد المحتار:١:٤٢، دار الفكر، بيروت)

وقال الإمام الغزالي:بَيَانُ الْعِلْمِ الَّذِي هُوَ فَرْضُ عَيْنٍ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَبُ العلم فريضة على كل مسلم واختلف الناس في العلم الذي هو فرض على كل مسلم فتفرقوا فيه أكثر من عشرين فرقة ولا نطيل بنقل التفصيل ولكن حاصله أن كل فريق نزل الوجوب على العلم الذي هو بصدده، فقال المتكلمون هو علم الكلام إذ به يدرك التوحيد ويعلم به ذات الله سبحانه وصفاته وقال الفقهاء هو علم الفقه إذ به تعرف الْعِبَادَاتُ وَالْحَلَالُ وَالْحَرَامُ وَمَا يُحَرَّمُ مِنَ الْمُعَامَلَاتِ وما يحل وعنوا به ما يحتاج إليه الآحاد دون الوقائع النادرةوقال أبو طالب المكي هو العلم بما يتضمنه الحديث

الذي فيه مباني الإسلام وهو قوله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْـهِ وَسَـلَّمَ بُنِـيَ الْإِسْـلَامُ عَلَى خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّـهُ إلـى آخـر الحـديث لأن الواجـب هذه الخمس فيجب العلم بكيفية العمل فيها وبكيفية الوجوب.

والذي ينبغي أن يقطع به المحصل ولا يستريب فيه ما سنذكره وهـو أن العلم كمـا قـدمناه فـي خطبـة الكتـاب ينقسـم إلـى علـم معاملـة وعلـم مكاشفة وليس المراد بهذا العلم إلا علم المعاملة والمعاملة الـتي كلـف العبد العاقل البالغ العمل بها ثلاثة اعتقاد وفعل وتـرك فـإذا بلـغ الرجـل العاقل بالاحتلام أو السن ضـحوة نهـار مثـلاً فـأول واجـب عليـه تعلـم كلمتي الشهادة وفهم معناهمـا وهـو قـول لا إلـه إلا الله محمـد رسـول الله وليس يجب عليه أن يحصـل كشـف ذلـك لنفسـه بـالنظر والبحـث وتحرير الأدلة بل يكفيه أن يصدق به ويعتقـده جزمـاً مـن غـير اختـلاج ريب واضطراب نفس وذلك قـد يحصـل بمجـرد التقليـد والسـماع مـن غير بحـث ولا برهـان إذ اكتفـى رسـول الله صـلى الله عليـه وسـلم مـن أجلاف العرب بالتصديق والإقرار من غير تعلم دليـل ،فـإذا فعـل ذلـك فقد أدى واجـب الوقـت وكـان العلـم الـذي هـو فـرض عيـن عليـه فـي الوقت تعلم الكلمتين وفهمهما وليس يلزمـه أمـر وراء هـذا فـي الوقـت بدليل أنه لو مات عقيب ذلك مات مطيعاً لله عـز وجـل غـير عـاص لـه وإنما يجب غير ذلك بعوارض تعرض وليس ذلك ضرورياً فـي حـق كـل شخص بل يتصور الانفكـاك وتلـك العـوارض إمـا أن تكـون فـي الفعـل وإما في الـترك وإمـا فـي الاعتقـاد. أما الفعـل فـبأن يعيـش مـن ضـحوة نهاره إلى وقت الظهر فيتجدد عليه بدخول وقت الظهـر تعلـم الطهـارة

والصلاة فإن كان صحيحاً وكان بحيث لو صبر إلى وقت زوال الشمس لم يتمكن من تمام التعلم والعمل في الوقت بل يخرج الوقت لو اشتغل بالتعلم فلا يبعد أن يقال الظاهر بقاؤه فيجب عليه تقديم التعلم على الوقت،ويحتمل أن يقال وجوب العلم الذي هو شرط العمل بعد وجوب العمل فلا يجب قبل الزوال وهكذا في بقية الصلوات فإن عاش إلى رمضان تجدد بسببه وجوب تعلم الصوم وهو أن وقته من الصبح إلى غروب الشمس وأن الواجب فيه النية والإمساك عن الأكل والشرب والوقاع وأن ذلك يتمادى إلى رؤية الهلال أو شاهدين فإن تجدد له مال أو كان له مال عند بلوغه لزمه تعلم ما يجب عليه من الزكاة ولكن لا يلزمه في الحال إنما يلزمه عند تمام الحول من وقت الإسلام فإن لم يملك إلا الإبل لم يلزمه إلا تعلم زكاة الإبل وكذلك في سائر الأصناف. فإذا دخل في أشهر الحج فلا يلزمه المبادرة إلى علم الحج مع أن فعله على التراخي فلا يكون تعلمه على الفور ولكن ينبغي لعلماء الإسلام أن ينبهوه على أن الحج فرض على التراخي على كل من ملك الزاد والراحلة إذا كان هو مالكاً حتى ربما يرى الحزم لنفسه في المبادرة فعند ذلك إذا عزم عليه لزمه تعلم كيفية الحج ولم يلزمه إلا تعلم أركانه وواجباته دون نوافله فإن فعل ذلك نفل فعلمه أيضاً نفل فلا يكون تعلمه فرض عين وفي تحريم السكوت عن التنبيه على وجوب أصل الحج في الحال نظر يليق بالفقه وهكذا التدريج في علم سائر الأفعال التي هي فرض عين. وأما التروك فيجب تعلم علم ذلك بحسب ما يتجدد من الحال وذلك

يختلف بحال الشخص إذ لا يجب على الأبكم تعلم ما يحرم من الكلام ولا على الأعمى تعلم ما يحرم من النظر ولا على البدوي تعلم ما يحرم الجلوس فيه من المساكن فذلك أيضاً واجب بحسب ما يقتضيه الحال فما يعلم أنه ينفك عنه لا يجب تعلمه وما هو ملابس له يجب تنبيهه عليه كما لو كان عند الإسلام لابساً للحرير أو جالساً في الغصب أو ناظراً إلى غير ذي محرم فيجب تعريفه بذلك وما ليس ملابساً له ولكنه بصدد التعرض له على القرب كالأكل والشرب فيجب تعليمه حتى إذا كان في بلد يتعاطى فيه شرب الخمر وأكل لحم الخنزير فيجب تعليمه ذلك وتنبيهه عليه وما وجب تعليمه وجب عليه تعلمه. وأما الاعتقادات وأعمال القلوب فيجب علمها بحسب الخواطر فإن خطر له شك في المعاني التي تدل عليها كلمتا الشهادة فيجب عليه تعلم ما يتوصل به إلى إزالة الشك، فإن لم يخطر له ذلك ومات قبل أن يعتقد أن كلام الله سبحانه قديم وأنه مرئي وأنه ليس محلاً للحوادث إلى غير ذلك مما يذكر في المعتقدات فقد مات على الإسلام إجماعاً ولكن هذه الخواطر الموجبة للاعتقادات بعضها يخطر بالطبع وبعضها يخطر بالسماع من أهل البلد فإن كان في بلد شاع فيه الكلام وتناطق الناس بالبدع فينبغي أن يصان في أول بلوغه عنها بتلقين الحق فإنه لو ألقى إليه الباطل لوجبت إزالته عن قلبه وربما عسر ذلك كما أنه لو كان هذا المسلم تاجراً وقد شاع في البلد معاملة الربا وجب عليه تعلم الحذر من الربا وهذا هو الحق في العلم الذي هو فرض عين ومعناه العلم بكيفية العمل الواجب فمن علم

العلم الواجب ووقت وجوبه فقد علم العلم الذي هو فرض عين وما ذكره الصوفية من فهم خواطر العدو ولمة الملك حق أيضاً ولكن في حق من يتصدى له فإذا كان الغالب أن الإنسان لا ينفك عن دواعي الشر والرياء والحسد فيلزمه أن يتعلم من علم ربع المهلكات ما يرى نفسه محتاجاً إليه وكيف لا يجب عليه وقد قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ مُهْلِكَاتٌ شُحٌّ مُطَاعٌ وَهَوًى مُتَّبَعٌ وَإِعْجَابُ المرء بنفسه ولا ينفك عنها بشر وبقية ما سنذكره من مذمومات أحوال القلب كالكبر والعجب وأخواتها تتبع هذه الثلاث المهلكات وإزالتها فرض عين ولا يمكن إزالتها إلا بمعرفة حدودها ومعرفة أسبابها ومعرفة علاماتها ومعرفة علاجها فإن من لا يعرف الشر يقع فيه والعلاج هو مقابلة السبب بضده وكيف يمكن دون معرفة السبب والمسبب وأكثر ما ذكرناه في ربع المهلكات من فروض الأعيان وقد تركها الناس كافة اشتغالاً بما لا يعنى ،ومما لا ينبغي أن يبادر في إلقائه إليه إذا لم يكن قد انتقل عن ملة إلى ملة أخرى الإيمان بالجنة والنار والحشر والنشر حتى يؤمن به ويصدق وهو من تتمة كلمتي الشهادة فإنه بعد التصديق بكونه عليه السلام رسولا ينبغي أن يفهم الرسالة التي هو مبلغها وهو أن من أطاع الله ورسوله فله الجنة ومن عصاهما فله النار فإذا انتبهت لهذا التدريج علمت أن المذهب الحق هو هذا وتحققت أن كل عبد هو في مجاري أحواله في يومه وليلته لا يخلو من وقائع في عبادته ومعاملاته عن تجدد لوازم عليه فيلزمه السؤال عن كل ما يقع له من النوادر ويلزمه المبادرة إلى تعلم ما يتوقع وقوعه على القرب غالباً فإذا

تبين أنه عليه الصلاة والسلام إنما أراد بالعلم المعرف بالألف واللام فِي قَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَبُ العلم فريضة على كل مسلم علم العمل الذي هو مشهور الوجوب على المسلمين لا غير فقد اتضح وجه التدريج ووقت وجوبه والله أعلم.اهـ

وقال الزبيدي: وأما البيوع والمعاملات فيجب تعلمها على مَن يتعاطى التجارة؛ إذ لا غنى له عنها، وقد روي عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه أنه كان يطوف بالسوق ويضرب بعض التجار بالدِّرَّة ويقول :لا يبع في سوقنا إلا مَن يفقه، وإلا أكل الربا، شاء أو أبى، ذكره صاحب القوت وغيره، وقال علي رضي الله عنه: »مَن اتَّجر قبل أن يتفقه ارتطم في الربا، ثم ارتطم، ثم ارتطم، أي وقع فيه بشدة، وقيل: نزل فيه.

وقال:لو كان في بلد يشيع فيه شرب الخمر ولبس الحرير والاستمتاع بهما أو بغيرهما من المحرمات، فيجب عليه أن يعرف تحريم ذلك، وإنما يجب ذلك بما يتصور وقوعه، وأما ما لا يتصور وقوعه فلا يجب، وما هو محرم على الدوام؛ كالزنا واللواط، فيجب معرفة تحريمه على كل أحد بالبلوغ؛ لأن ذلك مما يتصور وقوعه من كل أحد.

وقال (وأما الاعتقادات) أي ما يجب علمه واعتقاده (فيجب علمها بحسب ما يقع في القلب من الخواطر والشكوك فيما ذكرناه من الكلمتين) أي من معانيهما، فإن خطر له شك في المعاني التي تدل عليها كلمتا الشهادة وجب عليه تعلم ما يزيل الشك...(وبالجملة فالمفروض من العلم هو ما يجب العمل به، والعمل إما فعل وإما ترك وإما اعتقاد، فما يجب عليه فعله يجب عليه علم كيفية فعله، وما يجب عليه تركه وكان مما يتصور وقوعه منه

يجب عليه علم كونه محرمًا، وما يجب عليه اعتقاده في وقت يجب عليه علمه في ذلك الوقت)وهذه قاعدة جامعة لكل ما هو فرض عين على المكلفين، نسأل الله تعالى التوفيق للعمل به.فقد بان لك بهذا أن العلم الذي هو فرض عين هو العلم بكيفية العمل الواجب، فمَن علم الواجب ووقت وجوبه فقد علم العلم الذي هو فرض عين، وما ذكره الصوفية من أن ذلك هو علم الإخلاص وآفات النفوس وغير ذلك مما هو من أعمال القلوب، فحق؛ لأن ذلك من جملة ما يجب العمل به، فإن المكلف لو خلي وعمله لَمَا خلا عن الحسد والرياء والعجب والكبر، وهي محرمات، فيجب عليه أن يعلم من علم القلوب ما يرى نفسه محتاجةً إليه في إزالة هذه الأخلاق الرديئة، وتطهير قلبه عنها، إذ تطهير القلب فرض عين، كما سيأتي بيانه في ربع المنجيات إن شاء الله تعالى.(إتحاف السادة المتقين)

وقال ابن القيم: طلب العلم فريضة على كل مسلم وهل تمكن عبادة الله التي هي حقه على العباد كلهم الا بالعلم وهل ينال العلم الا بطلبه ثم إن العلم بالمفروض تعلمه ضربان ضرب منه فرض عين لا يسع مسلما جهله وهو انواع النوع الاول علم اصول الايمان الخمسة الايمان بالله وملائكته وكتبه ورسله واليوم الاخر فإن من لم يؤمن بهذه الخمسة لم يدخل في باب الايمان ولايستحق اسم المؤمن قال الله تعالى ولكن البر من آمن بالله واليوم الاخر والملائكة والكتاب والنبيين {وقال} ومن يكفر بالله وملائكته وكتبه ورسله واليوم الاخر فقد ضل ضلالا بعيدا ولما سأل جبريل رسول الله عن الايمان فقال ان تؤمن بالله وملائكته وكتبه ورسله واليوم الاخر قال صدقت فالايمان بهذه الاصول فرع معرفتها والعلم بها النوع الثاني علم شرائع الاسلام واللازم

منها علم ما يخص العبد من فعلها كعلم الوضوء والصلاة والصيام والحج والزكاة وتوابعها وشروطها ومبطلاتها النوع الثالث علم المحرمات الخمسة التي اتفقت عليها الرسل والشرائع والكتب الالهية وهي المذكورة في قوله تعالى قل إنما حرم ربي الفواحش ما ظهر منها وما بطن والاثم والبغي بغير الحق وان تشركوا بالله ما لم ينزل به سلطانا وان تقولوا على الله مالا تعلمون فهذه محرمات على كل واحد في كل حال على لسان كل رسول لا تباح قط ولهذا أتى فيها بإنما المفيدة للحصر مطلقا وغيرها محرم في وقت مباح في غيره كالميتة والدم ولحم الخنزير ونحوه فهذه ليست محرمة على الإطلاق والدوام فلم تدخل تحت التحريم المحصور المطلق النوع الرابع علم أحكام المعاشرة والمعاملة التي تحصل بينه وبين الناس خصوصا وعموما والواجب في هذا النوع يختلف باختلاف أحوال الناس ومنازلهم فليس الواجب على الامام مع رعيته كالواجب على الرجل مع أهله وجيرته وليس الواجب على من نصب نفسه لأنواع التجارات من تعلم أحكام البياعات كالواجب على من لا يبيع ولا يشتري إلا ما تدعو الحاجة إليه وتفصيل هذه الجملة لا ينضبط بحد لاختلاف الناس في أسباب العلم الواجب وذلك يرجع إلى ثلاثة أصول: اعتقاد وفعل وترك فالواجب في الاعتقاد مطابقته للحق في نفسه والواجب في العمل معرفته وموافقة حركات العبد الظاهرة والباطنة الاختيارية للشرع أمرا وإباحة والواجب في الترك معرفة موافقة الكف والسكون لمرضات الله وإن المطلوب منه إبقاء هذا الفعل على عدمه المستصحب فلا يتحرك في طلبه أو كف النفس عن فعله على الطريقتين وقد دخل في هذه الجملة علم حركات القلوب والأبدان.(مفتاح دار السعادة: ١: ١٥٧، دار الكتب العلمية)

(١٠)قال الشيخ عبد الفتاح أبو غده في كتابه الماتع: الرسول المعلم وأساليبه في التعليم: أورد الحافظ المنذري في كتابه الترغيب والترهيب في كتاب العلم في باب الترهيب من كتم العلم، وكذلك الحافظ الهيثمي في مجمع الزوائد في كتاب العلم أيضا في باب تعليم من لايعلم الحديث الشريف التالي:

عن علقمة بن سعد بن عبد الرحمن بن أَبْزَى، عن أبيه، عن جَدِّه:عبد الرحمن بن أَبْزَى رضي الله عنه قال:خَطَب رسول الله صلَّى الله عليه وسلَّم ذاتَ يومٍ، فحمِدَ الله وأثنى عليه، ثم ذكرَ طوائفَ من المسلمين فأثنى عليهم خيراً، ثم قال: ما بالُ أقوامٍ لا يُفَقِّهون جيرانَهم؟! ولايُعَلِّمونهم؟! ولا يُفَطِّنُونهم؟! ولا يَأْمُرونهم؟! ولا يَنْهَوْنهَم؟! وما بالُ أقوامٍ لا يتعلَّمُون من جيرانِهم؟! ولا يَتَفَقَّهون؟! ولا يَتَفَطَّنُون؟!واللَّهِ لَيُعَلِّمَنَّ قومٌ جيرانَهم، ويُفَقِّهُونهم، ويُفَطِّنُونهم، ويأْمُرونهم، ويَنْهَوْنهم. ولَيَتَعَلَّمَنَّ قومٌ من جيرانهم، ويَتَفَقَّهون، ويَتَفَطَّنُون، أو لأُعاجِلَنَّهم العقوبةَ في الدنيا.ثم نَزَل فدخَلَ بيتَه، فقال قومٌ: من تَرَوْنَه عَنَى بهؤلاءِ؟ قالوا: نراه عَنَى الأشْعريِّين، هم قومٌ فقهاءُ، ولهم جيرانٌ جُفَاةٌ من أهلِ المياهِ والأعراب، فبَلَغ ذلك الأشْعريِّين، فأَتَوْا رسولَ الله صلَّى الله عليه وسلَّم، فقالوا: يا رسول الله، ذكرتَ قوماً بخيرٍ، وذكَرْتَنا بشرٍّ، فما بالُنا؟فقال: لَيُفَقِّهَنَّ قومٌ جيرانَهم، ولَيُفَطِّنُنَّهم، ولَيأْمُرُنَّهم، ولَيَنْهَوُنَّهم، ولَيَتَعَلَّمَنَّ قومٌ من جيرانهم، ويَتَفَطَّنُون، ويَتَفَقَّهون، أو لأُعاجِلَنَّهم العقوبةَ في الدُّنيا.فقالوا: يا رسول الله أنُفَطِّنُ غيرَنا؟ فأعاد قولَه عليهم، فأعادوا قولَهم: أنُفَطِّنُ غيرَنا؟ فقال ذلك أيضاً.فقالوا: أمْهِلْنا سنةً، فأمهَلَهم سنةً

لِيُفَقِّهوهُم، ويُعَلِّمُوهُم، ويُفَطِّنُوهم. ثم قرأ رسولُ الله صلَّى الله عليه وسلَّم هذه الآيةَ: ﴿لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ لِسَانِ دَاوُودَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ . كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَن مُنكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ﴾

وقال الشيخ في الهامش: ذكره السيوطي في الدر المنثور في تفسير القرآن بالمأثور: ٢: ٣٠١، فقال: أخرج ابن رَاهْوَيْهِ والبخاري في الوَحْدَانِيَّات وابن السَّكَن وابن مَنْدَه والباوردي في معرفة الصحابة والطبراني وأبو نعيم وابن مَرْدُويَه، عن ابن أبزى، عن أبيه... .وقد صحَّحتُ بعض ما وقع في هذا الحديث، من تحريفٍ في بعض الكتب عن بعضها. وقال: قال الحافظ ابنُ السَّكَن: إسنادُ هذا الحديث صالح كما نقله في كنز العمال: ٣: ٦٨٥، وقال الحافظ المنذري: رواه الطبراني في الكبير عن بُكَيْر بن معروف، عن علقمة.

وقال الحافظ الهيثمي: رواه الطبراني في الكبير وفيه بُكَيْر بن معروف، قال البخاري: ارْمِ به، ووثَّقَه أحمد في رواية، وضعَّفَه في أخرى. وقال ابن عدي: أرجو أنه لا بأس به.

فعلى هذا يكون سَنَدُ الحديث ضعيفاً إن لم نَعْتَدَّ بالرواية عن أحمد في توثيقه، وإن اعتدَدْنا بها فهو حديثٌ حسن أو يُقارِبُ الحَسَن. وهذا الذي جَزَم به الحافظ المنذري في الترغيب والترهيب فإنه أورده فيه بلفظ عَنْ علقمة....واصطلاحُه في هذا التعبير كما أفصَحَ عنه في أول كتابه ص ٣ بقوله: فإذا كان إسنادُ الحديث صحيحاً أو حسناً أو ما قاربهما: صدَّرتُه بلفظة (عن). وإذا كان في الإسناد من قيل فيه:

كذَّاب... أو ضعيف فقط، أو لم أر فيه توثيقاً بحيث لا يتطرَّقُ إليه احتمالُ التحسين: صدَّرتُه بلفظة (رُوي). ولا أذكر ما قيل في ذلك الراوي ألبتة. فيكون للإسناد الضعيف دلالتان: تصديرُه بلفظة(رُوي)، و: إهمال الكلام عليه في آخره. انتهى فالحديثُ حسنٌ أو يُقارِبُه عند الحافظ المنذري. والحمد لله رب العالمين. وقال: في هامش كتاب الكسب: الحديث حسن فإن الأكثرين على توثيق بكير بن معروف كما يعلم من ترجمته في تهذيب التهذيب: ١:٤٩٥، وصنيع الحافظ المنذري يشعر بذلك.اهـ

وقال الشيخ: أشار النبي صلَّى الله عليه وسلَّم بقوله: (ما بال أقوام لا يُفَقِّهون جيرانهم...)، إلى عِظَمِ حقهم على إخوانهم العالمين، وجيرانهم العارفين، وذلك لحق أخوَّةِ الإسلام بينهم، ولحقِّ الجوار معها أيضاً.وحقُّ الجوار في الإسلام كاد يكون بمنزلة حق الرحم الموجب للميراث:ما زال جبريل يُوصيني بالجار، حتى ظننتُ أنه سيُوَرِّثُه .«فقد نبَّه عليه الصلاة والسلام بهذا على أن الجار قارَبَ أن يكون وارثاً من مال جاره، بسبب الجوار، وهو قُرْبُ الدار.وللجوار مراتب: منها المُلاصَقَة، ومنها المخالَطَة، بأن يجمعهما مسجدٌ أو مدرسة أو محلة أو سوق أو نحو ذلك، والميراث قسمان: حِسِّي ومعنوي،فالحسِّي هو المال، والمعنوي هو العلم، فإن حقَّ الجار على جاره تعليمه ما يجب وما ينفع، وأنفعُ ما ينفع هو العلم، فهو من آكد حقوق الجار على الجار، صلوات الله وسلامه على معلِّم الناس الخيرَ، وهادي البَشَرِ جميعاً. وقال:قال شيخنا وأستاذنا العلامة الجليل

مصطفى الزرقا حفظه الله تعالى في كتابه العظيم المدخل الفقهي العام تعليقاً على هذا الحديث الشريف ما يلي:

إنَّ هذا الموقف العظيم في اعتبار التقصير في التعليم والتعلُّم جريمةً اجتماعية، يستحقُّ مرتكبُها العقوبة الدنيوية: موقفٌ لم يَرْوِ التاريخُ له مثيلاً في تقديس العلم، قبلَ النبي صلَّى الله عليه وسلَّم ولا بعدَه.

ويَدخل في ارتكاب المنكر واستحقاق العقوبة التعزيرية عليه: إهمالُ الواجبات الدينية، ومن جملتها: التعليم والتعلُّم. فإذا قصَّر العالِم في واجب التعليم، أو قصَّر الجاهلُ في تعلُّم القدر الواجب شرعاً من العلم: استحقَّا عقوبة التعزير على التقصير، فإنَّ النبي صلَّى الله عليه وسلَّم قال: طلبُ العلم فريضة على كل مسلم. ولفظُ (المسلم) هنا: يشملُ الرجلَ والمرأة، لأن الحكم منوط بصفة مشتركة هي الإسلام.

انتهى كلامُ شيخنا مصطفى الزرقا أمتع الله به ورعاه.

(الرسول المعلم وأساليبه في التعليم، ص: ١٤، دار البشائر الإسلامية، بيروت، الطبعة الأولى:١٤١٧هـ ١٩٩٦م)

(١١) حقوق العلم، ص: ۱۴ تا ۱۷، دوسری فصل ادارہ اسلامیات، کراچی۔

(١٢) مقدمہ تعلیم الدین قدیم، ص: ۳ تا ۵، مطبع علیمی، دہلی، طبع: ۱۳۵۲ھ، وص: ۷ تا ۹، دارالاشاعت، کراچی۔

مكتبة العلم والفقه
MAKTABA- AL- ILM-WAL-FIQH
+91 74174 26613 maktabailmofiqh@gmail.com
Near Muslim Fund, Deoband, U.P. 247554